لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے ہندوستان سے باہر ساڑھے تین روپے

مستحق طلباء اور غرباء اصحاب سے اڑھائی روپے

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ریویو آف ریلیجنز

اردو رسالہ

ایڈیٹر - قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۳ | مارچ ۱۹۲۷ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ | جلد ۲۶

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مصنف
علاج الامراض اسلام کی روشنی میں	۸۱ - ۸۷	شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لنڈن
سن رائز کے اغراض و مقاصد	۸۸ - ۹۰	سن رائز انگریزی
چند سوالات کے جواب	۹۱ - ۹۲	”
لباس کا اثر انسان کی صحت اور اخلاق پر	۹۳ - ۱۰۲	ڈاکٹر چوہدری شاہنواز خاں صاحب
موجودہ بائیبل محرف ہے	۱۰۳ - ۱۰۹	ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر
اسوہ سید الانام بجواب محمد از روئے اسلام	۱۱۰ - ۱۱۷	مولانا محمد یعقوب صاحب تعلیم یافتہ مدرسہ احمدیہ
سوال جواب	۱۱۷ - ۱۱۹	سن رائز انگریزی
اسلامی پردہ	۱۲	ماخوذ (حق الیقین)

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے شائع کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماہ فروری کی وی پی

جیسا کہ احباب کو پہلے اطلاع دی جا چکی ہے ماہ فروری کا رسالہ وی پی کیا گیا تھا۔ تا کہ اسکے ذریعے سے ۱۹۲۶ء کا بقایا سنہ ۱۹۲۷ء کے لئے پیشگی قیمتیں وصول ہوں۔ درخواست بھی کہ جا کوئی بڑی رقم نہیں یہ وی پی وصول کر لئے جائیں۔ مگر نتیجہ کے لحاظ سے ۳۳ فیصدی وی پی واپس آرہے ہیں اب ان دوستوں کو ماہ جولائی میں پھر وی پی کرنے پڑینگے۔

رسالہ ریویو کے مضامین آپکے ازدیاد معلومات و مناظرات و مباحثات میں نہایت کارآمد ہیں یہ ذخیرۂ علمی ہر احمدی کو اپنے پاس جمع رکھنا چاہیئے۔

۴/ ماہوار خرچ سے آپکے پاس ہر سال ۵۰۰ صفحے کا علمی مجموعہ آسکتا ہے پس میں امید کرتا ہوں کہ اس رسالہ کی توسیع اشاعت میں آپ پوری پوری کوشش فرمائینگے۔

انگریزی ریویو کے لئے بہت سی تحریکیں کی جاتی ہیں جو انگریزی نہیں پڑھ سکتے وہ اردو ریویو ہی کی امداد فرمائیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کہ دس ہزار خریدار ہو۔ پوری کیجا سکتی ہے ؛

صیغہ طبع و اشاعت

اس صیغہ کے ذریعے مفصلہ ذیل اخبارات شائع ہوتے ہیں:۔

الفضل۔ ہفتہ میں دو بار قیمت آٹھ روپے سالانہ ؛ ریویو اردو۔ ماہوار قیمت تین روپے سالانہ طلباء سے ۲/

ریویو انگریزی ماہوار (لنڈن سے) سات روپے سالانہ طلباء سے نصف قیمت ؛

احمدیہ گزٹ ماہوار قیمت ایک روپیہ ؛ دی سن رائز۔ ہفتے میں دو بار (انگریزی) قیمت دو روپے طلباء سے ایک روپیہ

مصباح (زنانہ اخبار) مہینے میں دو بار قیمت دو روپے آٹھ آنے ؛

خط و کتابت بنام ناظم طبع و اشاعت قادیان۔ تالیف و اشاعت صیغہ اور ہے۔ "طبع و اشاعت" یاد رکھیں ؛

نقشہ اجرت اشتہار

ریویو آف ریلیجنز اردو کئی لاکھ کی احمدی جماعت کا واحد ماہوار رسالہ ہے اور اسکو نہایت ذوق شوق سے پڑھا جاتا ہے اور پھر اسکے فائل مجلد محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اشتہار دہندوں کیلئے بہترین موقعہ ہے ؛ ضمیمہ دو صفحہ ۱۲/ سینکڑہ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اجرت حسب ذیل ہے:۔

سالانہ	ایک صفحہ	۴۰ روپے	نصف صفحہ	۲۲ روپے
چھ ماہ	"	۲۳ روپے	"	۱۴ "
تین ماہ	"	۱۲ روپے	"	۷ "

فی اشاعت ایک صفحہ ۴ چار روپے نصف صفحہ ۲ دو روپے فی سطر ۴/

(مینیجر ریویو آف ریلیجنز اردو قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

علاج الامراض بذریعہ خیالات

اسلام کی روشنی میں

آجکل اس جدید طریقہ علاج الامراض کی طرف دلچسپی کے ساتھ توجہ ہو رہی ہے جو ڈاکٹر Dr. Pierre Vachet. بذریعہ تصور و خیالات رائج کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے علاج کی بنیاد پانچ ارکان پر رکھی ہے:-

(۱) I breath properly. میں اچھی طرح سے سانس لیتا ہوں۔

(2) My digestion is good. میرا ہاضمہ اچھا ہے۔

(3) I feel absolutely calm. میں بالکل آرام سے ہوں۔

(4) My physical strength is increasing. میری جسمانی طاقت بڑھ رہی ہے۔

(5) All my organs function normally. میرے تمام اعضاء باقاعدہ کام کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے پندرہ سال تک خیالات انسانی کی رَو اور اسکے اثرات کا تجربہ کرنے کے بعد یہ تھیوری قائم کی ہے۔ مندرجہ بالا پانچ کلمات کا روزانہ صبح و شام دہرانا صحت کی کفالت کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ خدائے صحت کی صبح و شام کی عبادت میں ان الفاظ کا تکرار اسکی خوشی کا موجب ہے۔
میں ڈاکٹر صاحب کی اس تھیوری کے صحیح اور غلط دونو پہلوؤں پر اسلام کی روشنی میں نظر کرنا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس جدید طریقہ علاج سے دلچسپی لینے والے اسے دلچسپی سے پڑھینگے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) اسلامی تعلیم پر عمل کرنا اور دوسروں سے کرانا۔

(۳) اسلامی تعلیم کا اس کی حقیقی شکل میں اشاعت کرنا۔ تا دشمن کو اعتراض کرنیکی جرأت ہی نہ ہو بلکہ دوسرے لوگوں کو اسلام کی طرف رغبت پیدا ہو۔

(۴) دیگر مذاہب کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا تاکہ اسلامی تہذیب کا دائرہ وسیع ہو کر اسلام کے خلاف عمل کرنیوالے اثرات کا ازالہ ہو۔

(۵) مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے اصول سے واقف کرنا تا موازنہ کا موقع ملے۔

(۶) مسلمان بچوں کے دل میں اسلام کی محبت اور اسلام کے لئے قربانی کرنے کا مادہ پیدا کرنا تا اشاعت اسلام کی تحریک جاری رہے اور ایک عارضی کوشش ثابت نہ ہو۔

ہم نے انہی امور کو مدِّ نظر رکھا سَن رائز اخبار جاری کیا ہے۔ جسکی پہلی کاپی آپکی خدمت میں اسوقت پیش ہے۔ اسکے مضامین کو اس طرح تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) ہر پرچہ میں کسی اہم اسلامی مسئلہ پر لیڈر لکھا جائیگا۔ (۲) حاضر الوقت مسائل مذہبی پر مختصر نوٹس جن کی غرض اسلام کی خوبیوں کا اظہار اور مسلمانوں کو بیدار کرنا ہوگا لکھے جائینگے۔ (۳) تاریخ اسلامی سے ایسے مضامین درج کیئے جائینگے جن سے نوجوانوں کو اسلام سے محبت پیدا ہو۔ اور اسلام کے لئے قربانی کرنے کا جوش پیدا ہو۔ (۴) سوال وجواب کا ایک ہیڈنگ ہوگا۔ جس میں اخبار کے ناظرین کے ان سوالات کا جواب دیا جائیگا جو اسلام یا دیگر مذاہب کے متعلق انکے دل میں یا انکے دوستوں کے دل میں پیدا ہوتے ہوں۔ (۵) مختلف بلاد میں اسلامی تبلیغی کوششوں اور دشمنان اسلام کی تبلیغی کوششوں کا حال لکھا جایا کریگا۔ (۶) نامہ نگاروں کے ایسے مضامین جو مذہب کے متعلق مفید معلومات رکھتے ہوں شائع کیئے جائینگے۔ (۷) اسلامی اخلاق اور تمدّن کے متعلق مضامین لکھے جائینگے۔

ہماری پوری کوشش ہوگی کہ بلاوجہ کسی فرقہ یا مذہب کا دل نہ دکھائیں۔ لیکن واضح الفاظ میں اظہارِ حقیقت کرنے سے ہم انشاء اللہ کبھی دریغ نہیں کرینگے۔

ہم آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس اخبار کو اسلام کے لئے مفید اور اپنے نام کے مطابق اسلامی روشنی کا پھیلانے والا بنائے۔ اور اپنے احباب سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس پرچہ کو ہر گھر میں پہنچانے کی پوری سعی فرمائینگے۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمدُ للہ ربِّ العٰلمین۔

ریویو اُردو کے لئے خریدار بہم پہنچاؤ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چند سوالات کے جواب

آپ کا پہلا سوال یہ ہے ۔ کہ انسان کی تعریف کرو۔ خدا کی تعریف کرو۔ خدا اور انسان میں فرق بیان کرو۔

اس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ تعریف حقائق کی ہوتی ہے۔ نہ کہ وجودوں کی۔ وجودوں کی تعریف درحقیقت ان کی اپنی ذات ہی ہوتی ہے۔ ہاں انسان کو دوسرے حیوانات کے مقابلہ میں رکھ کر ان لوگوں نے انسان کی ایک تعریف کی ہے۔ لیکن اس تعریف کا خدا تعالیٰ کی ہستی کے سمجھنے میں کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اور وہ تعریف یہ ہے کہ انسان حیوان ناطق ہے۔ یعنی اس کے اندر یہ مادہ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ نئے علوم سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔ ایک رنگ میں بے شک خدا تعالیٰ کے سمجھنے میں یہ تعریف مدد دے سکتی ہے اور وہ اس طرح کہ خدا اس ہستی کو کہتے ہیں۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگی اور جس کی صفات حقیقی ہیں کسبی نہیں۔ وہ تمام کامل صفات کا جامع ہے۔ اور تمام عیوب سے پاک۔ چونکہ انسان کی تعریف میں یہ بات بھی بیان کی گئی تھی کہ وہ نئے علوم سیکھتا ہے اس لئے یہ حصہ تعریف خدا تعالیٰ کی ہستی سے ایک جداگانہ ہستی ثابت کرتا ہے اور اسکو آپ انسان اور خدا کے درمیان فرق بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن حقیقی فرق یہ ہے کہ انسان کی تمام قوتیں خواہ ورثہ میں ملی ہوں خواہ اس نے خود حاصل کی ہوں طفیلی ہیں۔ اپنی ذات میں وہ کوئی بھی کمال نہیں رکھتا۔ اس کی تمام قابلیتوں کا انحصار دوسری اشیاء پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی اور کامل ہیں۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ منصور کو خدائی دعویٰ کرنے اور انا الحق کہنے کا حق کہاں تک حاصل تھا؟

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ منصور نے کبھی بھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ منصور نے جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا کہ مجھے خدا نے کہا ہے انا الحق اور اس فقرہ کے یہ معنی نہیں کہ منصور اپنی نسبت خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ بلکہ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا میرے ذریعے سے اپنے وجود کو ثابت کریگا۔ اور یہی الہام قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ کے متعلق آیا ہے۔ قرآن شریف میں ان کے متعلق ہے انی انا اللہ اب موسیٰؑ جب یہ الہام لوگوں کو مخاطب کرکے بیان کرتے تھے تو کیا اسکے یہ معنی تھے کہ وہ کہتے تھے کہ میں اللہ ہوں۔ بلکہ یہ معنی تھے کہ خدا مجھے کہتا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میں اپنے وجود کو تیرے ذریعہ سے ثابت کرونگا۔

لوگوں نے اپنی نادانی سے منصور کی نسبت یہ الزام لگا دیا کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ منصور نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوئی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ لوگوں کو یہ الزام لگانے کا حق حاصل تھا۔ اور جب لوگوں نے منصور کو صلیب پر کھینچا اور باوجود اسکے کہ وہ منصور کو نہ مٹا سکے بلکہ اسکی عزت اور بھی زیادہ ظاہر ہوئی۔ اور وہ الہام ان کا کہ میں قائم رہنے والا ہوں اور میں تیرے ذریعے سے اپنے آپ کو ثابت کرونگا پورا ہوگیا۔ جس صلیب کے ذریعے سے لوگوں نے منصور کے الہام کو جھوٹا ثابت کرنا چاہا۔ وہی صلیب اس کی سچائی کے ثابت کرنے کا موجب ہوئی۔ باقی خدا تعالےٰ کے راستبازوں کے متعلق غلط روایات اور افترا باندھنے کے متعلق سلسلہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے کیا معنی ہیں۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ دھوکہ کھایا ہے کہ اس میں وحدۃ الوجود کی تعلیم ہے۔ جس طرح کہ پچھلے حوالے سے لوگوں نے یہ دھوکہ کھایا ہے کہ منصور وحدۃ الوجود کی تعلیم دیتا تھا۔ حالانکہ اس میں سے وحدۃ الوجود کی کوئی تعلیم نہیں نکلتی۔ حبل الورید انسان کے جسم کا حصہ ہے اور اگر خدا تعالیٰ نے وحدۃ وجود ثابت کرنی ہوتی تو وہ یہ نہ فرماتا کہ میں حبل الورید سے زیادہ قریب ہوں بلکہ یہ فرماتا کہ میں انسان ہوں یا حبل الورید ہوں۔ کسی چیز کے وجود کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکے وجود کا کوئی حصہ یا اس کا سارا وجود اسکے جسم کے کسی حصے یا سارے وجود سے قریب ہے۔ یہ ایک بیوقوفی کا جملہ ہوگا جو کہ عقل کے بالکل خلاف ہوگا۔

پس اس آیت کا مفہوم یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ من حیث الوجود حبل الورید سے اپنے آپ کو زیادہ قریب قرار دیتا ہے۔ بلکہ اصل اس کا مفہوم یہ ہے کہ حبل الورید انسانی زندگی کے قیام کا ذریعہ ہے۔ اسکے ذریعے سے خون دل سے نکل کر دماغ تک جاتا ہے اور دماغ کی قوت متفکرہ کام کرنے کے قابل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کو یہ فرماتا ہے کہ تمھاری زیست اور قیام کا سہارا حبل الورید کی نسبت ہم پر زیادہ ہے۔ چونکہ حبل الورید اپنے اثر اور فائدے کے لحاظ سے کوئی وقت چاہتی ہے۔ لیکن ہمارے احکام کے اجراء میں کسی وقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پس اس لحاظ سے انسان کی زندگی کا مدار اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ اعضاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کے اوپر زیادہ قائم ہے۔ اور خدا تعالیٰ بندے کے اسکے اپنے وجود سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس کا وجود اپنے قیام کے لئے دوسری چیزوں کا محتاج ہے جو اسکے بس میں نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کسی چیز کے قائم رکھنے کے لئے کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں۔ اور اگر اس نے بعض چیزوں کی زیست کو بعض دوسری چیزوں پر منحصر رکھا ہے تو وہ چیزیں بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے قبضہ و قدرت میں ہیں اور اسکے حکم سے باہر نہیں۔ اس تشریح کو چھوڑ کر اگر وحدۃ الوجود والوں کی تشریح کی جائے تو یہ آیت ایک بے معنی اور لغو عبارت رہ جاتی ہے؛

لباس کا اثر انسان کی صحت اور اخلاق پر

(نمبر ۳)

بچوں سے ستر ڈھانپنے کی حکمت بچے کے شہوانی قویٰ کی جب نشوونما شروع ہوتی ہے۔ تو اس کے لئے سب سے زیادہ محرک وہ چیز ہوتی ہے۔ جو اس کے لئے اعجوبہ ہو۔ اور جس کو اس نے پہلے نہ دیکھا ہو۔ مثلاً عورت کے وہ مقام جو بالعموم ڈھکے رہتے ہیں۔ یا وہ لباس زیورات اور زینت کے سامان جن کو وہ پہلے دیکھنے کا عادی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بہن اور بھائی کو ایک دوسرے کو دیکھ کر ان کے شہوانی قویٰ میں تحریک نہیں ہوتی۔ (سوائے ان حالتوں کے جہاں شراب نوشی کی وجہ سے والدین نے غیر طبعی میلان ان کو ورثہ میں دیا ہو) اسی اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے شریعت نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ عورتوں اور مردوں کو چھوٹے بچوں سے بھی ستر ڈھانپنا ضروری ہے۔ تاکہ انکی آنکھوں کے سامنے کوئی ایسی غیر معمولی بات نہ آئے۔ جو اسکی توجہ کو کھینچ لے۔ اور اسکے لئے اعجوبہ ہو۔ پس لازمی ہے کہ میاں بیوی اپنے چھوٹے بچے کے سامنے کبھی برہنہ نہ ہوں۔ اور نہ ہی دوسرے لوگ چھوٹے بچوں پر اپنا ستر ظاہر کریں۔ مگر افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ شریعت کے اس حکم کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اور مائیں عموماً بچوں کے سامنے ہی نہا لیتی ہیں۔ اور رفع حاجت کے لئے بیٹھ جاتی ہیں۔ یہی حال اکثر مردوں کا ہے۔ کہ غسل خانہ میں عموماً باپ بیٹا اکٹھے ہی داخل ہو جاتے ہیں۔

اس مضمون میں لباس کا لفظ بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ عاجز نے اس میں ان مصنوعی غلافوں کے علاوہ جو ہم ستر ڈھانپنے یا زینت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

پلکیں اور ڈاڑھی بھی لباس ہیں ان قدرتی غلافوں کو بھی لے لیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی حفاظت اور اسکی زینت کے لئے دے رکھے ہیں۔ مثلاً آنکھوں کی پلکیں اور ڈاڑھی وغیرہ۔ پلکوں کے فوائد اور غض بصر کی حکمت پہلے بتا دی گئی ہے۔ اب میں آپکو یہ بتاتا ہوں کہ ڈاڑھی رکھنے کے کیا فوائد ہیں۔

سب سے پہلا اصولی سوال جو ہر انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نیچر نے انسان کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بال کیوں دیئے ہیں۔ اور اگر ان بالوں کے پیدا کرنے کی کوئی خاص غرض ہے۔ تو انکو منڈوایا کیوں جائے اور کیوں نہ سکھوں کی طرح اپنے آپ کو ابتدائی صورت میں رکھا جائے۔ اور اگر ان کے پیدا کرنیکی کوئی غرض نہیں۔ اور یہ محض انسان کی حبشی زندگی کی یادگار ہیں۔ تو پھر کیوں نہ سب کو منڈوا دیا جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے جسم کے بعض حصّوں کے بالوں کو منڈوانے کا حکم دیا ہے۔ اور بعض کے رکھنے کا۔ اس اختلاف کی کیا وجہ ہے۔

بالوں کی ضرورت کے متعلق ایک اصولی سوال کا جواب واضح ہو کہ نیچر نے انسان کو ابتدائی صورت پر پیدا کر دیا ہے۔ اور اسکی حفاظت کے لئے ایک قدرتی غلاف بالوں کا دیدیا ہے۔ جو جسم کے بعض مقامات پر بالخصوص لمبے اور موٹے ہیں۔ اس لئے کہ ان مقامات پر موٹی موٹی شریانیں وریدیں اور ضروری اعصاب سطح کے قریب ہوتے ہیں۔ اور انکو چوٹ وغیرہ سے بچانے کے لئے لمبے بال دیئے ہیں۔ (مثلاً گلا بغل اور زیر ناف کے بال) تمدن اختیار کرنے کے بعد انسان چونکہ اپنی حفاظت مصنوعی غلاف یعنی کپڑوں سے کر لیتا ہے۔ اس لئے اسکو ان قدرتی غلافوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ تو اس اصل کے ماتحت تمدن اور تہذیب اختیار کرنے کے بعد انسان کو بغل کے بال اور موئے زیر ناف کی ضرورت نہیں گلے کے مقام کو چونکہ ہم عادتاً کپڑوں سے نہیں ڈھانپتے۔ اس لئے اس مقام پر نیچر کا دیا ہوا بالوں کا غلاف (داڑھی) کا رکھنا ضروری ہے۔ اس اصل پر بہت سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً عورتوں کے داڑھی کیوں نہیں ہوتی۔ یا بلوغت سے پہلے اس مقام کی حفاظت کون کرتا ہے۔ ان سوالوں کے جواب کی چونکہ یہاں پر گنجائش نہیں۔ اور نیز اس مضمون پر وضاحت کے ساتھ پہلے بحث ہو چکی ہے۔ اس لئے یہاں پر دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ (ملاحظہ ہو مضمون "نیچر کے غلاف اور انکی ماہیت" رسالہ ریویو آف ریلیجز اُردو بابت ستمبر سنہ ۱۹۲۶ء)

داڑھی رکھنا کیوں ضروری ہے یہ درست ہے کہ داڑھی کا اسلام کے ساتھ کوئی اصولی تعلّق نہیں۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اس کا ضرور تعلّق ہے۔ گو یہ ضروری نہیں۔ کہ داڑھی رکھنے والا شخص متقی ہو۔ اور داڑھی منڈوانے والا شخص غیر متقی۔ مگر اتنا ضروری ہے کہ جب انسان کے اندر تقویٰ کی حالت پیدا ہو جائے۔ اور اسکو اسلام اور اسکے رسولؐ کے ساتھ سچی محبت ہو۔ تو اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ داڑھی رکھ لے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ داڑھی کا رکھنا اعلیٰ روحانی ترقیات کے لئے لازمی ہے۔ داڑھی کا منڈوانا ایک لغو اور غیر ضروری فعل ہے۔ مومن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان کی ہے۔ عن اللغو معرضون۔ کہ مومن لغو کام نہیں کرتے۔ یہ خیال کہ داڑھی منڈا ہوا چہرہ خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ محض یورپ کی تقلید اور انکے تمدن سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے۔ نیز اس میں عورتوں سے مشابہت پیدا کرنے کا ایک امر بھی مخفی ہے۔ کیونکہ انسان کو جس کے ساتھ محبت ہو۔ وہ یہی چاہتا ہے۔ کہ اس کی ہر حرکت۔ وضع قطع اور رنگ ڈھنگ اسکے محبوب کے مشابہ ہو۔ پس جس شخص کے دل میں مغربی تہذیب اور خصوصاً فرقۂ اناث کی محبت غالب ہوگی۔ وہ اپنی شکل کو اُن کی مانند بنائیگا۔ اور جسکے دل میں اسلامی تمدن اور حضرت نبی کریم صلعم۔ اور حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے خلفاءؓ کی محبت غالب ہوگی وہ اپنی شکل کو انکے مشابہ بنانے کی کوشش کریگا۔ پس فرق ظاہر ہے۔ ڈاڑھی کا منڈوانا یقیناً ایک لغو اور بے فائدہ فعل ہے۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ کوئی شخص گلی میں بھاگا بھاگا جا رہا ہو کہ میں داڑھی کے بوجھ کے مارے دبا جا رہا ہوں۔ یا داڑھی منڈوانے اس لئے جا رہا ہوں۔ کہ مجھ کو گرمی کی وجہ سے سخت تکلیف ہے۔ داڑھی کا رکھنا ہرگز کسی تکلیف کا موجب نہیں۔ ہاں اسکے منڈوانے میں کئی نقصان ہیں۔

داڑھی رکھنے کے فوائد پیشتر اسکے کہ میں داڑھی رکھنے کے فوائد لکھوں۔ یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ سٹے ٹِسٹیکل Statistical شہادت کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ فریقین کے دیگر حالات ایک جیسے ہوں۔

(۱) امریکہ کے ایک ڈاکٹر نے اپنے مشاہدہ کی بنا پر یہ معلوم کیا ہے۔ کہ داڑھی رکھنے والوں کی اوسط عمر داڑھی منڈوانے والوں سے مقابلتہً زیادہ ہوتی ہے۔ اس پر جرح کرتے وقت میرے بیان کردہ اصل کو مدِ نظر رکھنا ہوگا۔ اور یہ نہ ہو کہ ایک صحت افزا مقام پر رہنے والے یورپین کا ایک گندے مکان میں رہنے والے مولوی سے مقابلہ شروع کر دیا جائے۔

(۲) پھر وہی ڈاکٹر لکھتے ہیں۔ کہ گلے کی شکایات اور سینہ کی امراض داڑھی رکھنے والوں میں مقابلتہً کم ہوتی ہیں۔ کیونکہ داڑھی منڈوانے سے پھیپھڑوں کی امراض کے لاحق ہونے کا زیادہ احتمال ہو جاتا ہے۔ اس میں ذرا شک نہیں۔ کہ داڑھی سینہ اور گلے کو ٹھنڈی ہوا کے اچانک جھونکوں اور زخم وغیرہ لگنے سے بچانے میں بہت حد تک ممد ہوتی ہے۔ کیونکہ لمبے بالوں کی وجہ سے حرارت کا انتشار زیادہ نہیں ہوتا۔ جس سے گلا حلق اور سینے کا اوپر کا حصہ بخوبی گرم رہتے ہیں۔ اسکے علاوہ لمبی داڑھی گفتگو کرتے وقت سینہ کو ہوا کے جھونکوں سے بچاتی ہے۔

(۳) میرا ذاتی خیال ہے کہ خنازیر یا بجیروں کا مرض داڑھی منڈوانے والوں میں مقابلتہً زیادہ پایا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جاتا ہے۔ اور اپریشن کروانے کے بعد دیگر ادویہ کے استعمال کے علاوہ اگر وہ اُسترے کا لگوانا ترک کردیں تو انکو یقیناً زیادہ فائدہ ہوگا۔ مَیں فی الحال اسکے ثبوت میں کوئی عقلی دلیل دینے سے قاصر ہوں۔ ممکن ہے کہ اُسترے کے زہر کا اس میں کچھ دخل ہو۔ یا ڈاڑھی کے باعث مٹی کے باریک مسموم ذرات کا گلے کی غدودوں تک پُہنچ سکنا زخم کے جلدی مندمل ہونے اور غدودوں کے دوبارہ نہ بھرنے کا باعث ہو۔ مگر اسکے لئے قطعی دلیل مہیّا کرنے کے لئے مزید مشاہدہ کی ضرورت ہے۔

(۴) پلیگ کے دنوں میں ڈاڑھی منڈوانے سے پلیگ ہوجانے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ بیماری کا زہر اُسترے کے کٹ کے ذریعہ بآسانی خون میں مل سکتا ہے۔ بعض دفعہ خراب اُسترے کے استعمال سے مرض آتشک اور اینتھرکس لاحق ہوجاتے ہیں۔ بطور قاعدہ کُلّیہ کے یاد رکھنا چاہیئے کہ اُسترے کا استعمال بہرحال۔ چہرے کے لئے خطرناک ہے۔

مونچھوں کا منڈوانا نیچر کے منشاء کے خلاف ہے۔ کیونکہ خدا نے انکو بے فائدہ نہیں بنایا۔ یہ بال ناک کے اندر کے بالوں سے مل کر (جو چھلنی کی طرح ہوتے ہیں) سانس لیتے وقت مٹی کے باریک ذرات کو ہوا کی نالیوں میں داخل ہونے سے روک لیتے ہیں۔ مگر ان کا اس حد تک بڑھ جانا کہ اوپر کا لب نظر نہ آئے مناسب نہیں۔ کیونکہ اس سے مُنہ کی صفائی نہیں رہ سکتی۔ بالوں کی غلیظ رطوبتیں مُنہ میں پڑتی رہتی ہیں۔ نیز کھاتے پیتے وقت بال کھانے میں پڑجاتے ہیں جس سے کراہت آتی ہے۔ پس مناسب ہے۔ کہ لبوں کو کٹوا دیا جائے۔

کیا انسان میں شرم و حیا کا احساس لباس پہننے کا نتیجہ ہے؟

یورپ کے بعض فلاسفروں کا خیال ہے۔ کہ انسان میں شرم و حیا کا جذبہ لباس پہننے کے نتیجہ میں پیدا ہُوا ہے۔ یعنی انسان کو اپنے اعضائے مخصوصہ کو برہنہ کرتے صرف اس لئے شرم آتی ہے۔ کہ وہ انکو ڈھانپ کر رکھنے کا عادی ہوچکا ہے۔ ورنہ اگر ہم میں بھی ننگے پھرنے کا رواج شروع سے ہی ہوتا۔ تو آج ہم کو برہنہ ہوتے شرم نہ آتی۔ ان کا یہ خیال ہے۔ کہ انسان میں شرم و حیا کے جذبہ کا نتیجہ لباس پہننا نہیں۔ بلکہ لباس پہننے کے نتیجہ میں اس میں حیا پیدا ہوئی ہے۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں پروفیسر فورک اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"بچوں کے شہوانی جذبات کو وہی چیز اُبھارتی ہے۔ جو غیر معمولی ہو۔ یا اس میں اعجوبہ ہو۔ مثلاً عورت کے وہ مقام جو عموماً کپڑوں سے ڈھکے رہتے ہیں۔ حبشیوں کے لڑکوں کے شہوانی جذبات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(انکو یہ شہوت کو) برہنہ لڑکیوں کو دیکھ کر نہیں بھڑکتے کیونکہ بوجہ ہر وقت ننگا رہنے کے ان میں (انکو یہ نہیں رہتا) اُبھارتا ہے) بلکہ ان کے جذبات ان لڑکیوں کو دیکھ کر ابھرتے ہیں۔ جنہوں نے کپڑے یا زیور پہنے ہوتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان کے جذبات ننگا چہرہ دیکھ کر اور یوروپین کے جذبات ننگی ٹانگیں دیکھ کر اُبھرتے ہیں۔ کیونکہ اوّل الذکر میں مُنہ کو چھپایا جاتا ہے۔ اور ثانی الذکر میں ٹانگوں کو۔ شرم و حیا کا مادہ بچوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کی طرح حرکات نہ کر سکینگے۔ حیا کا اصل جسم کے بعض حصّوں کو ڈھانپنے اور بعض کو ننگا رکھنے پر مبنی ہے جو لوگ ننگے رہتے ہیں۔ ان کو کپڑے پہننے میں ویسی ہی شرم آتی ہے۔ جیسی ہم کو کپڑے اُتارتے ہیں۔ انسان کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ وہ رسم و رواج کا عادی ہو جاتا ہے۔ ایک یوروپین لڑکی جو اپنے ملک میں برہنہ جسم دیکھ کر حیا سے پانی پانی ہو جاتی ہے۔ وہی لڑکی حبشی لوگوں کو برہنہ دیکھ کر کوئی شرم محسوس نہیں کرتی پس حیا اور شرم کا انحصار محض رواج پر ہے۔ انسان کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ اپنے جسم کے بعض حصّوں کو بے پردہ قرار دے۔ اور انکا برہنہ رکھنا موجب شرم سمجھے۔ کیا وجہ ہے کہ انسان کو اپنے خاص حصّوں کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔ حالانکہ یہ بات حیوانوں میں نہیں ہے۔ پروفیسر ونٹ کا خیال ہے۔ کہ یہ جذبہ انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ کئی قوموں میں یہ جذبہ نہیں پایا جاتا۔ بعض حبشی اقوام خاص اعضاء کے سوا باقی سارا جسم ڈھانپتی ہیں۔ پھر بعضوں میں صرف عورتیں اور بعضوں میں صرف مرد ننگے پھرتے ہیں۔ لباس کی ابتدا اپنے آپ کو سنوارنے اور سردی سے بچانے کیلئے ہوئی حبشی عورتیں جو کمر بند اور پٹکہ وغیرہ باندھتی ہیں۔ وہ حیا کے جذبہ سے نہیں۔ بلکہ زینت کے لئے ہوتا ہے۔ پس جس سوسائٹی میں سب ننگے پھرتے ہوں وہاں برہنہ پن ایک طبعی امر ہوتا ہے۔ اور شہوانی جذبات کو نہیں اُبھارتا۔ ہمارے ملک کی طائفہ کا ناچ کا باریک اور شفاف لباس یقیناً زیادہ بے پردہ ہے۔ بہ نسبت حبشی عورت کی برہنگی کے۔ ڈاکٹر مسٹو کا خیال ہے کہ حبشی عورتوں میں رہنا ہمارے ملک کی فیشن ایبل کپڑوں والی عورتوں میں رہنے کی نسبت بہت کم جذبات کو ابھارتا ہے۔ پروفیسر ریٹز کا قول ہے۔ کہ برہنہ پن سے بڑھ کر کوئی زیادہ بااخلاق اور شہوانی جذبات کو کم ابھارنے والا امر شرم و رواج کی خلاف ورزی کا نہیں۔ یہ محض کپڑے پہننے کی رسم کا نتیجہ ہے۔ کہ برہنگی بطور نتیجہ ہوتی ہے۔ نہ کہ طبعی امر (جذبات کو ابھارتی ہے۔ نہ صرف شہوانی امور میں بلکہ ہر کام میں۔ جو ملک کے رسم و رواج کے خلاف کیا جائے۔ تو انسان کو شرم محسوس ہوتی ہے۔ بچے جب اپنے ہم جولیوں کی طرح سوسائٹی میں چل نہ سکیں تو انکو شرم آتی ہے۔ غرضیکہ اخلاق اور حیا کے تمام جذبات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسم ورواج پر مبنی ہیں۔ چنانچہ حبشی عورتیں بے اختیار ہنس پڑیں۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ بوِنگ سٹون کے ننگے ساتھی اپنی ایڑیوں پر شرم کے مارے پھر گئے۔ پس معلوم ہُوا۔ کہ حیا کا جذبہ محض پُرانی رسم کو توڑنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عورت کی خلاف رسم حرکات شرم وحیا کے جذبہ کو ٹھیس لگاتی ہیں۔ اور مرد کی شہوت کو اُبھارتی ہیں"

تمدّنی اور اخلاقی ترقی کا لازمی نتیجہ ستر ڈھانپنا ہے

یہ خیال ہی غلط ہے کہ شرم وحیا کا جذبہ لباس پہننے کا نتیجہ ہے۔ بلکہ اس کا اُلٹ صحیح ہے۔ یعنی شرم وحیا کا جذبہ انسان کو لباس پہنانے کا موجب ہُوا ہے۔ گویا نتیجہ نہیں۔ سبب ہے۔ شرم وحیا کا جذبہ تمدّنی اور اخلاقی ترقی کا پہلا زینہ ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ ستر ڈھانپنا ہے۔ مگر لباس پہن لینے کا لازمی نتیجہ شرم وحیا کے جذبہ کا پیدا ہوجانا نہیں۔ یعنی یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص میں تمدّنی اور اخلاقی قوٰی کا نشوونما شروع ہوجائے اور وہ اپنا ستر نہ ڈھانپے۔ مگر یہ ضروری نہیں۔ کہ ہر وہ شخص جو لباس پہن لے۔ اس میں اخلاقی قوٰی ظہور پذیر ہوجائیں۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ سرد ملکوں کے حبشی (اسکیمو) کپڑے پہنتے ہیں مگر ستر ڈھانپنے کے نتیجہ میں اُن میں شرم وحیا کے مادہ کا ظہور یا اخلاقی ترقی شروع نہیں ہوگئی۔ بلکہ اغلب ہے کہ وہ گرم ملکوں میں آکر اپنا لباس اُتار دیں اور کوئی شرم محسوس نہ کریں (کیونکہ انہوں نے لباس سردی کے بچاؤ کے لئے پہنا تھا۔) مگر اسکے برخلاف ایک ایسا شخص جس نے اخلاقی ترقی اور تمدّنی زندگی کے نتیجہ میں لباس پہننا شروع کیا ہو۔ وہ کسی حالت میں بھی لباس کو نہیں اُتاریگا۔ ہاں اگر اسکے دماغی قوٰی میں کوئی نقص واقع ہوجائے۔ جس سے اس میں شرم وحیا کا جذبہ نہ رہے یا پیدائش سے ہی اسکو نہ ملا ہو (مثلاً مجنون۔ تو وہ بیشک تمدّنی زندگی کے باوجود لباس کو اُتار کر ننگا پھرنے لگ جائیگا۔ اور حیا مانع نہ ہوگی۔ مگر ایک صحیح الدماغ آدمی سے ایسی توقع رکھنی ناممکن ہے۔ پس ہمیں پروفیسر ونٹ کے قول سے اتفاق ہے۔ کہ شرم وحیا کا جذبہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان اپنا ستر ڈھانپنے پر مجبور ہوتا ہے۔

حیا کا جذبہ انسانی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ نہ کہ رواج کا نتیجہ

اگر کہا جائے۔ کہ حبشی اپنا ستر کیوں نہیں ڈھانپتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہی فطرتی جذبہ ان میں بھی موجود تو ہے۔ مگر بوجہ تمدّن کے نقص کے ان میں اسکا ظہور نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جن حبشیوں میں اس جذبہ کا کسی حد تک ظہور ہُوا ہے۔ انہوں نے تمدّن کے ابتدائی زینوں پر قدم رکھا ہے۔ اور ان میں ستر ڈھانپنے کا بھی رواج شروع ہورہا ہے۔ چنانچہ اس جذبہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے نشوونما کی ارتقائی صورتیں ہم کو حبشی زندگی میں نظر آتی ہیں۔ مثلاً جو حبشی تمدّن میں سب سے نیچے ہیں۔ وہ نہ صرف ننگے پھرتے ہیں۔ بلکہ شارع عام میں جماع بھی کر لیتے ہیں۔ (یہ انتہائی بے شرمی کا ثبوت ہے) حیا کے جذبہ کے پیدا ہونے کی پہلی علامت ان میں یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ جماع چُھپ کر کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد جب یہ جذبہ اور ترقی کرتا ہے۔ تو وہ اپنے اعضائے مخصوصہ کو ڈھانپنے لگ جاتے ہیں۔ اور جو اس سے اوپر ترقی کرتے ہیں۔ وہ اپنا سارا جسم ڈھانپنا شروع کر دیتے ہیں۔ (مگر اس میں وہ لوگ شامل نہیں جنھوں نے زینت یا سردی کے باعث کپڑے پہننا شروع کیا ہے۔ مثلاً اسکیمو) اسکے علاوہ اگر حیا لباس پہننے کا نتیجہ ہوتی تو چاہیئے تھا۔ کہ حیا کے آثار شمالی ممالک میں (جہاں سخت سردی پڑتی ہے) جنوبی گرم ملکوں کی نسبت زیادہ قدیمی ہوتے۔ کیونکہ اوّل الذکر نے سردی سے بچاؤ کے لئے کپڑے پہننے پہلے شروع کیئے تھے۔ مگر یہ امر واقعات کے خلاف ہے کیونکہ موجودہ تحقیقات کی رُو سے مصر (جو گرم ملک ہے) کا تمدّن اور تہذیب سب سے پُرانا ہے۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ تمدّنی ترقی یا حیا کا جذبہ لباس پہننے کا نتیجہ نہیں۔ حیا کا مادہ فطرت میں ودیعت ہونے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے۔ تو لباس پہننے سے گھبراتا ہے۔ (خاصکر گرم موسم میں) اور اُتارنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر تربیت کے ساتھ جوں جوں اسکے اخلاقی قوٰی نشوونما پاتے ہیں۔ اس میں حیا اور شرم کا جذبہ پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اور پھر وہ باوجود گرمی کی تکلیف کے لباس نہیں اُتارتا۔ ایک صحیح الفطرت بچّے کو صرف اتنا کہنا کافی ہے۔ کہ ننگے ہونا بے حیائی پیدا کرتا ہے۔ ہاں جس بچّے نے اپنے والدین سے غلط میلانِ طبع ورثہ میں لیا ہو۔ اور اسکی تربیت بھی غلط طریق پر کی گئی ہو۔ اسکے لئے اگر اتنا سمجھنا کافی نہ ہو۔ تو یہ الگ امر ہے۔ اسی طرح اگر حبشی کو تمدّن اور تہذیب سکھایا جائے۔ تو اسکے اخلاقی قوٰی کی تربیت خود بخود شروع ہو جائیگی۔ اور وہ ستر ڈھانپنا شروع کر دیگا۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کئی مشنریوں نے حبشیوں کو کپڑے پہنانے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ ناکام رہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اصول ہی غلط تھا کیونکہ پہلے انکو تمدّنی زندگی میں لانا اور تربیت کرنا ضروری تھا۔ اور جب اس کے نتیجہ میں اخلاقی طاقتوں کا ظہور ہوتا۔ تو پھر انکو کپڑا پہناتے۔

برہنہ پھرنے کی تحریک فطرت کے خلاف ہے اسلئے کامیاب نہیں ہوگی

کہا جاتا ہے۔ کہ اگر ساری دنیا کے لوگ اس امر پر اتّفاق کر لیں۔ کہ لباس کا استعمال ترک کر دیا جائے۔ تو پھر شرم نہ آئیگی۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ کہ ایسا اتفاق ہونا ہی ناممکن ہے۔ کیونکہ کوئی صحیح الفطرت شخص اس کا ممبر نہ بنیگا۔ صرف وہی لوگ اس میں حصّہ لینگے۔ جن کے دماغی قوٰی میں کچھ نقص ہے۔ اور وہی لوگ اس آواز کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قوّتِ خیال کے اثر کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں اسلئے کہ یہ ایک مُسلّم امر ہے کہ خیالی قوّت دُنیا کی تمام مادّی قوّتوں سے زیادہ زبردست ہے اور سچ تو یہ ہے کہ

تمام مادّی اور ایجادی قوّتیں قوّتِ خیال کا نتیجہ ہیں

تمام ایجادات کی بُنیاد ایک خیال سے پیدا ہوتی ہے اور جہاں تک ہماری وسعت نظر کام کرتی ہے دنیا کا تمام تماشا صرف قوّتِ خیالی کا کرشمہ ہے۔ اس لئے مجھ کو اس امر میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کُلّیۃً اتفاق ہے کہ اگر انسان اپنی قوّتِ خیال کو اسقدر قوی کرلے اور اسپر اسکی حکومت ایسی ہو کہ جو کام اس سے لینا چاہے تو وہ لے سکتا ہے۔ قوّتِ خیالی کی تربیت نے دنیا میں مسمریزم۔ ہپناٹزم وغیرہ علوم پیدا کردئے اور اس طاقت کے ذریعہ عجیب وغریب کرشمے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر صحت کے اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے یہی ایک اصول کافی ہو یا اسپر ہی عمل ہو تو دنیا میں ایجادات اور ترقیاتِ علمی و دماغی کا سلسلہ مفقود ہو کر یہ نتیجہ ہوگا کہ انسان رفتہ رفتہ اس قوّتِ خیال کو بھی کھو بیٹھے گا۔ مَیں یہ کہدینا چاہتا ہوں کہ مَیں اس تھیوری پر ایک ناقدانہ نظر کر رہا ہوں۔ ورنہ میرا یقین یہی ہے کہ قوّتِ خیال اپنا اثر کرتی رہیگی اور دنیا اپنے علوم و فنون میں ترقی بھی کرتی جائے گی۔

یہ ایک بدیہی مسئلہ ہے جو مَیں نے بیان کیا ہے کہ اگر صحت کا مدار محض انہیں پانچ ارکان پر آجاوے تو طبّی دنیا کی ایجادات کا بازار سرد ہو جائیگا۔ اس لئے کہ اسکی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اور اس طرح پر نفس قوّتِ خیالی میں بھی کمزوری اور نقص پیدا ہو جائیگا اور یہ انسانی خلق کی غرض نہیں

اصل بات یہ ہے کہ یورپ کی دماغی اور ذہنی بلند پروازیوں نے کائنات کو اسکی صحیح حالت میں دیکھنے کا موقعہ نہیں دیا گو فلاسفر موجد اور سائنس دان اسی امر کے مُدّعی ہیں کہ صحیح طور پروہ اشیاءِ عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر وہ صرف ایک آنکھ سے دیکھتے اور دوسری بند کرتے ہیں۔

جو رُوحانی آنکھ ہے

اس آنکھ کو بند کرلینے کی وجہ سے وہ مذہب اور الٰہیات سے بالکل بے پرواہو چکے ہیں اور جو باقی ہیں اسلئے کہ انکی نظر مادیات سے آگے نہیں جاتی اور انکو یہ سمجھ نہیں آتی کہ

انسان کا مقام اس کائنات میں کیا ہے؟

اس حقیقت کو اس مذہب نے جو انکے ہاتھ میں ہے کھولا نہیں اور اپنے غلط ارکانِ مذہب کی کمزوری کو دیکھ کر وہ اس سے بے نیاز ہو گئے اور موجودہ عیسویّت کے حامیین نے مذہب کے عقاید اساسی کو راز کہکر ٹالدیا۔ حالانکہ عقیدہ محض اسرار پر قائم نہیں ہو سکتا۔ اور اعتقاد براسرار کسی یقین کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُٹھائیں گے جن کو والدین کی طرف سے غیر طبعی میلان ورثہ میں ملا ہوا ہو۔ اور پھر وہ میلان غلط تربیت سے راسخ ہو چکا ہو۔ مگر وہ لوگ جنکو والدین سے پاک فطرت ملی ہے۔ اور انکی تربیت بھی صحیح طریق پر ہوئی ہے۔ وہ اس پر اظہار نفرت کریں گے۔ ممکن ہے یورپ کے اکثر آزاد خیال لوگ اس آواز پر لبیک کہدیں کیونکہ ان میں شراب نوشی کی کثرت کی وجہ سے بہت کم ہیں جنکو صحیح میلان طبع والدین سے ورثہ میں ملتا ہے۔ اور جیسا کہ ڈاکٹر بیزولا کی تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ شراب کا ایک گھونٹ بھی نطفہ میں غیر طبعی میلان پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ یورپ میں شراب پانی کی طرح استعمال کی جاتی رہی ہے۔

پس برہنہ ہونے کی خواہش صرف اس شخص کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے۔ جو مجنون ہو۔ یا مرگی کا مریض ہو۔ یا وہ کسی غذا کے اثر کے نیچے ہو (مثلاً شراب یا امریکہ کے ملک کا خاص مینڈک) جن کے کھانے سے انسان میں ننگا ہونے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ ایک صحیح الفطرت شخص ہرگز اس آواز پر لبیک نہیں کہہ سکتا۔ امریکہ کے ملک کا ایک عجیب

امریکہ کا برہنہ غسل کرنے کا قانون

قانون ہے۔ شہر شکاگو میں کپڑا باندھ کر دریا میں غسل کرنا قانوناً منع ہے۔ تو وہاں پر مرد و عورت سب کو دریا میں ننگے غسل کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے ایک مبلغ اسلام جب وہاں تبلیغ کے لئے گئے تو انہوں نے غسل کے لئے

فطرت کی آواز رواج کی آواز پر غالب ہے

کپڑے کی اجازت چاہی کیونکہ ان کو ننگا نہاتے شرم آتی تھی مگر حکومت نے نہ مانا۔ آخر انکو مجبوراً دریا کا غسل ترک کرنا پڑا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے مبلغ کو کس چیز نے برہنہ غسل سے روکا۔ کیا یہ رواج کا نتیجہ تھا نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ رواج تو وہاں اس کی تائید میں تھا۔ ہاں اس شرم کا باعث وہ صحیح میلان پاک تعلیم اور اعلیٰ تربیت تھی۔ جو انکو قرآن کریم اور اسلامی تمدن کے ذریعہ ملی تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ فطرت کی آواز کے سامنے رواج کی آواز نہ ٹھیر سکی۔ مگر یہ پاک فطرت جو شرم پیدا کرتی ہے۔ ممکن ہے کوئی شخص ایسا بھی ہو۔ جن کو خاص حصوں کو دیکھ کر بجائے نفرت اور شرم آنے کے مزا آتا ہو۔ مگر ایسا میلان طبع یقیناً غیر طبعی ہے۔ اور ایسے شخص کو استغفار بہت کرنا چاہیئے۔ پروفیسر فورل نے جس یوروپین لڑکی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ حبشیوں کو ننگا دیکھ کر

✤ واضح ہو کہ ہر بچہ والدین سے پاک فطرت لیکر آتا ہے۔ مگر والدین کی کمزوریوں کے باعث بعض دفعہ بیماری یا بدی کی طرف میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ جو اعلیٰ تربیت سے دور ہو سکتا ہے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ شرماتی تھی۔ اس کی شرم معلوم ہوتا ہے رواجی تھی۔ نہ کہ فطرتی۔ جو رواج کے بدل جانے سے بدل گئی۔ یعنی اس میں برہنگی سے حظ اٹھانیکا غیر طبعی میلان مخفی تھا۔ جو حالات کے بدل جانے سے ظاہر ہوگیا۔ اگر اس میں شرم وحیا کا مادہ فطرتی ہوتا۔ تو چاہیئے تھا کہ اسکو حبشی کی برہنگی دیکھ کر ایسی ہی شرم آتی جیسی اپنے ملک کے مردوں کو دیکھ کر۔ ایک صحیح الفطرت مرد یا عورت خواہ بیس سال تک حبشیوں کو دیکھتا رہے۔ انکو دیکھ کر اسکو ہر دفعہ شرم آئیگی۔ چہ جائیکہ وہ انکے تمدن کو دیکھ کر خود ہی ننگے ہو جائیں۔ یہ سچی بات ہے کہ صحیح الفطرت شخص کو دوسرے کا ستر تو درکنار اپنے ستر کو دیکھ کر بھی شرم آتی ہے۔

بعض حبشی عورتیں ستر کیوں نہیں ڈھانپتی بعض حبشی قبائل میں صرف مرد ستر ڈھانپتے ہیں۔ مگر اسکی وجہ یہ نہیں کہ ان کے مردوں میں زیادہ حیا ہے۔ بلکہ یہ صرف زینت کے لیئے ہے۔ کیونکہ حبشیوں میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ عورتیں مردوں کو بیاہتی ہیں۔ اسلیئے ان میں مردوں کو ترتیب وزینت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ حیا کا مادہ لباس کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ فطرت صحیحہ کا یہ ایک لازمی جزو ہے جو خالق نے اس میں ودیعت کر رکھا ہے۔ اس لئے ننگا ہونے کی خواہش صرف ان میں ہو سکتی ہے۔ جن کو غیر طبعی میلان طاہو۔ یا کسی بیماری کا نتیجہ ہو۔ مثلاً ایسے مجنون جن میں اخلاقی قوٰی پیدا ہی نہ ہوئے ہوں۔ یا دماغی نقص کی وجہ سے بعد میں اخلاقی طاقتیں کمزور ہوگئی ہوں یا مفقود ہو جائیں۔ یا ایسی حالتیں جن میں اخلاقی اور عقلی قوٰی پر عارضی طور پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ مثلاً شراب نوشی۔ مرگی۔ بڑھاپے کا جنون (پیر فرتوت) وغیرہ۔ بعض لوگوں میں ننگا ہونے کا میلان طبع ورثہ میں ملا ہوا موجود ہوتا ہے۔ مگر مخفی ہوتا ہے۔ اور شراب نوشی کے اثر سے ان کی یہ کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے۔

بے پردہ لباس کے خلاف چرچ کی تحریکیں باوجود ان خلاف فطرت اور حیا سوز تحریکوں کے جو آئے دن مغربی ممالک میں لباس وغیرہ کے متعلق پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ اس ملک میں بھی اسلامی تمدن کے پیدا کرنے کی خوشنما جھلک دکھائی دینے لگ گئی ہے۔ اور باپردہ لباس زیب تن کرنے کی تائید میں تحریکیں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں اخبار میں پڑھا تھا۔ کہ "رومن کیتھولک چرچ کے بشپ اور خود پوپ عورتوں کے موجودہ خیالات۔ لباس۔ اور اخلاقی رویہ کے متعلق نہایت ناپسندگی کا اظہار کر رہے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

.... اس بات کو مقامی بشپوں کے سپرد کیا ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں خطوط کے ذریعہ عورتوں کی اس بے حجابی اور اخلاقی خرابی کو بڑھنے سے روکنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ ریشمی جرابوں کے استعمال کا چھوڑنا۔ اور گھٹنوں تک لمبی گوَن کا پہننا۔ یہ سب تحریکات رومن کیتھولک کے ہر ایک گرجا میں پہنچ گئی ہیں۔ نیز۔ پوپ نے بشپ برٹرام کے اس خط کو بہت پسند کیا ہے۔ کہ ہر وہ عورت جو بہت شوخ ہو گئی ہے۔ اور اپنی حیا کو کھو چکی ہے۔ پاؤں اور پنڈلیاں ننگی رکھتی ہے۔ اور جسم کے اوپر کے حصّے کو پورا پورا نہیں ڈھانپتی۔ اسکو شادی اور دیگر رومن کیتھولک مراسم بجالانے کی اجازت نہ دی جائیگی۔

کارڈینل لافان ڈ میتسن کا یہ خیال پختہ ہو رہا ہے۔ کہ ٹینس۔ گاف۔ اور بعض دیگر مردانہ کھیلوں میں حصّہ لینے کی وجہ سے عورتوں نے اپنے لباس میں تخفیف کر رکھی ہے۔ حتّٰی کہ بعض نے اب بغیر جرابوں کے پھرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ بہت سے بشپوں نے وینس میں جمع ہو کر مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا ہے:۔

"عیسائیت کے حیا پر بے دینی نہایت خطرناک طور پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں اور لڑکیاں ان کھیلوں کی عادی ہو رہی ہیں۔ جو کہ صریحاً عورتوں کی عزّت اور وقار کے خلاف ہیں۔...... آئندہ جو عورتیں جرابیں نہ پہنیں گی۔ اور ایک مختصر لباس پہنکر اپنے آپ کو بے ستر رکھیں گی۔ انکو گرجا کی عبادات وغیرہ میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی جائیگی۔ پاؤں پنڈلیاں۔ اور گردن وگریبان کو ننگا نہ رکھنے کے متعلق خصوصیّت سے ذکر کیا گیا ہے"

جس طریق کو آج مغرب نے پسند کیا ہے۔ وہی تعلیم آج سے تیرہ سَو (۱۳۰۰) سال قبل نہایت سادہ الفاظ میں ایک اُمّیؐ کی طرف سے اُٹھائی گئی۔ جس پر نہایت دلیری کے ساتھ جارحانہ حملے کیئے گئے۔ مگر زمانہ کی ٹھوکروں اور بیسویں صدی کی آزادی کے تلخ تجربے نے یورپ کو بتا دیا کہ وہی تعلیم درحقیقت تمدّن کے اعلیٰ اصولوں پر مبنی تھی۔ جس کو نفرت کے ساتھ ٹھکرا دیا گیا تھا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ جب کوئی چیز اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو ضرور اس میں ری ایکشن ہوتا ہے۔ اور جب دنیا میں بے حیائی کی حد ختم ہونے کو ہو تو فطرت کی آواز یکلخت انسان کو بیدار کر دیتی ہے۔ چنانچہ دنیا آہستہ آہستہ اسلام (جو فطرت کے مطابق مذہب ہے) کی طرف آرہی ہے۔ اور بفضلِ خدا وہ دن قریب ہے کہ یورپ اسلامی تمدّن کو

(دنیا اسلام کی طرف آرہی ہے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اختیار کرنے پر مجبور ہوگا۔

دعا کہ اللہ تعالےٰ مغربی قوموں کو جلد سے جلد اسلامی تعلیم کی خوبیوں کو سمجھنے اور اسلامی تمدّن کے اختیار کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ والسّلام

موجودہ بائیبل محرّف ہے

(نمبر ۳)

سترھواں گواہ چند سال ہوئے پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی لاہور نے ایک انگریزی کتاب کا اُردو ترجمہ شائع کیا تھا جس کا نام ہے "تحقیق بائیبل" اسکے صفحہ ۹۰ پر تحریر ہے کہ:۔

"اگر ہر طرح کی غلطی سے آزاد اور بری ہونے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے تو صرف اُن نسخوں کی نسبت کیا جا سکتا ہے جو ملہم رسولوں اور نبیوں کے قلم سے شروع میں نکلے تھے۔ مگر وہ اسوقت ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ پس اتنا کہنے میں کوئی عیب نظر نہیں آتا کہ اگر ہماری نجات کے لئے بائیبل میں لفظی صحت کی ضرورت ہوتی تو خدا اس میں سر مو فرق نہ آنے دیتا"

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ موجودہ بائیبل کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس میں کوئی عیب اور نقص نہیں۔ ہاں اگر اس قسم کا دعویٰ کرنا روا ہوتا تو وہ اس نسخہ کے متعلق کیا جا سکتا تھا جو نبیوں اور رسولوں کے ہاتھ کا لکھا ہُوا تھا۔ مگر چونکہ وہ اب ناپید ہے۔ اس لئے اس طور کا دعویٰ زبان پر لانا بے سود ہے جس کا بالفاظ دیگر یہ مطلب ہُوا۔ کہ موجودہ بائیبل تحریف و نقصان سے پاک نہیں۔ باقی رہا پادری صاحب کا یہ فرمانا کہ "اگر ہماری نجات کے لئے بائیبل میں لفظی صحت کی ضرورت ہوتی تو خدا اس میں سر مو فرق نہ آنے دیتا" تو اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا نے بائیبل کی حفاظت کا آپ کبھی ذمہ ہی نہیں لیا۔ بلکہ اسکی نگہداشت اور حفاظت کا بار حاملانِ بائیبل پر ہی ڈالا تھا۔ اگر وہ اسکی حفاظت کا خود ذمہ لیتا۔ اور اس فرض سے یہودیوں اور عیسائیوں کو سبکدوش کر دیتا اور پھر بائیبل میں خطاؤ نسیان یا الحاق و نقصان کا عمل دخل ہو جاتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ اس میں بندوں کا کیا قصور جب خدا خود وعدہ کرنیکے باوجود ایسا ہونے دیتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ بائیبل میں لفظی صحت نجات کے لئے ضروری نہیں۔ مگر چونکہ یہ امر واقع کے خلاف ہے اور خدا نے اس حفاظت کا ذمہ خود نہیں لیا بلکہ حاملانِ بائیبل کو اس کا ذمہ وار ٹھیرایا ہے اسلئے اگر نئے اور پُرانے عہد نامہ میں لفظی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نقصان اور غلطیاں ہوگئی ہیں تو ایسی حالت میں یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ ایسی کتاب کو نجات کا ذریعہ نہ سمجھا جائے۔ کیونکہ اب ہم یہ معلوم نہیں کرسکتے کہ کن باتوں کے کرنے سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور کن سے ناراضگی۔ اور نیز کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ہم جس تعلیم کو خدا کی طرف سے سمجھیں وہ بندوں کی الحاق کردہ ہو اور جسے ہم ٹھکرا دیں وہی خدا کی طرف سے نازل شدہ ہو۔

پس اس اصل کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس مجموعہ تعلیم میں انسانی دخل در آیا ہو وہ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ ہم اُسپر اپنی نجات اور فلاح کی بنیاد رکھیں اور ہمیشہ کے لئے مطمئن رہیں کہ اسپر عمل کرنے سے ہم نجات پاجائینگے۔ کیونکہ نجات وابستہ ہے خدائی احکام کی تعمیل پر نہ کہ ان احکام پر جن کے متعلق ہم یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کا کلام ہے یا انسان کا۔

یہی مسیحی فاضل آگے چل کر لکھتا ہے:۔

"سپچوئجنٹ (یونانی ترجمہ) اور عبرانی عہد عتیق کے درمیان کئی قسم کا لفظی اور ترتیبی تفاوت نظر سے گذرتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان دونوں میں سے کونسا متن اصل کے زیادہ قریب ہے"

"نوشتوں کے متعلق وہ باتیں ہیں جو وربل انسپائریشن (لفظی الہام) کے خلاف ہیں۔ (الف) اوّل وہ طریق ہے جسکے مطابق پرانے عہدنامہ سے نئے عہدنامہ میں اقتباسات درج کیئے گئے ہیں ایسے اقتباسات شمار میں ۲۷۵ ہیں۔

ان میں سے صرف ۵۳ ایسے ہیں جن میں عبرانی اور سپچوئجنٹ (یونانی ترجمہ) اور نیا عہدنامہ لفظ بلفظ متفق ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان مقامات میں سپچوئجنٹ نے عبرانی کا یونانی ترجمہ لفظی رعایت کو مدنظر رکھ کر کیا ہے اور اسکو نئے عہدنامہ کے مصنّفوں نے اس طرح اقتباس کیا ہے۔ پھر ۱۰۔ ایسے اقتباس ہیں جس میں گویا نئے عہدنامہ کے مصنّفوں نے سپچوئجنٹ کی یونانی کی تصحیح کرکے اُسے عبرانی کے مطابق کردیا ہے۔ ۳۷۔ ایسے (اقتباس) ہیں جن میں سپچوئجنٹ کے ترجمہ کو قبول کرلیا ہے۔ گو اُس میں اور اصل عبرانی میں کچھ کچھ تفاوت موجود ہے" صفحہ ۹

اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ عہد جدید میں جسقدر کتابیں پائی جاتی ہیں ان کے "الہامی" مصنّفوں نے بعض مقامات پر پُرانے عہدنامہ کی بعض عبارتیں اپنے دعووں کی سند یا تائید کیلئے نقل کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں اور وہ عبارتیں یا اقتباس تعداد میں ۲۷۵ ہیں۔ ان میں سے صرف ۵۳ ایسے اقتباس ہیں جو عہد قدیم کے یونانی ترجمہ اور اصل عبرانی متن سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور باقی دس ایسے ہیں کہ جن کو عہد جدید کے مصنّفوں نے لکھا تو یونانی سے ہے۔ مگر ساتھ ہی اسے عبرانی سے مطابق کرنے کے لئے اپنی طرف سے درست ہی کر دیا ہے۔

اور حواریوں نے ۳۷ عبارتیں ایسی تحریر کی ہیں جو بغیر تحقیق اور مقابلہ کئے یونانی ترجمہ سے نقل کرلی ہیں مگر وہ اصل عبرانی متن سے پورا تطابق نہیں رکھتیں۔ اور یہ تطابق نہ رکھنا ہی ثابت کر رہا ہے کہ عہد جدید میں خالص خدا کا کلام نہیں۔ کیونکہ اگر عہد جدید کے لکھنے اور قلمبند کرنے والے خدا کی طرف سے الہام پاکر لکھتے تو اُن کی مقتبس عبارتیں جو عہد قدیم کے نام سے لکھی گئی ہیں ضرور اصل عبرانی متن سے میل کھاتیں مگر چونکہ وہ اصل عبرانی سے مطابقت نہیں رکھتیں اسلئے بامر مجبوری یہ ماننا پڑیگا کہ موجودہ انجیلیں اور رسولوں کے خطوط اس قابل نہیں کہ انہیں خالص خدا کا کلام اور الہام تصوّر کریں۔ کیونکہ خدا کا کلام اس قسم کی فاش غلطیوں سے مبرّا ہونا چاہیئے۔

پس اس قسم کی اغلاط کو دیکھ کر فضلاء کلیسیاء آہستہ آہستہ بائیبل کو الہامی ماننے سے کنارہ کش ہو رہے ہیں۔ اور ایسا کرنے میں وہ حق بجانب بھی ہیں۔ خدا کرے کہ ہمارے دیسی مسیحی بھی آنکھیں کھولیں اور پُرانے زنگ خوردہ اور پامال شدہ دقیانوسی عقائد و خیالات کو خیر باد کہکر اس امر کو تسلیم کرلیں کہ موجودہ بائیبل تحریف والحاق سے محفوظ نہیں۔

جس مسیحی فاضل کی دو عبارتیں اوپر نقل کی گئی ہیں وہی ایک اور جگہ بھی لکھتا ہے کہ:۔

"اناجیل کی نسبت یہ کہنا ممکن نہیں کہ "ہر ایک بات جس کا ان میں ذکر ہے وہ ٹھیک ٹھیک ایسی ہی واقع ہوئی جیسا ذکر ہے" اس کی ایک کافی دلیل یہ ہے کہ خود انجیل نویسوں نے واقعات کو مختلف طور سے پیش کیا ہے بعض واقعات مثلاً مسیح کا بے باپ پیدا ہونا وغیرہ پر ایمان لانا بہت کچھ ماقبل خیالات پر موقوف ہے۔ اور اگر کوئی انکا قطعی ثبوت پیش کرے تو مشکل ہے۔ اسی طرح گدرینیوں کے دیوانہ کے واقع میں یا تو کوئی غلط فہمی ہے یا کوئی بات ایسی چھوٹ گئی ہے جسکے بغیر بیانات کو تطبیق دینا مشکل ہے۔" (صفحہ ۱۳۳)

اور یہ غلط فہمی کا واقع ہونا یا کسی بیان کا درمیان سے چھوٹ جانا ہی بائیبل کے متعلق محفوظ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عن التحریف و الالحاق" کے دعوی کو پاش پاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔

ہمارے عیسائی بھائیو! جب تمہارے بزرگ اور فاضل صاف اور کھلے لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ:- "اناجیل کی نسبت یہ کہنا ممکن نہیں کہ ہر ایک بات جس کا ان میں ذکر ہے وہ ٹھیک ٹھیک ایسی ہی واقع ہوئی جیسا ذکر ہے" تو اس صورت میں تمہارا پُرانی لکیر کے فقیر بن کر یہ کہنا کیونکر بجا اور درست ہو گا کہ بائیبل خطاء و نقصان سے پاک ہے ؟

قبل ازیں علاوہ اور بہت سے علمائے بائیبل کی شہادتوں کے پارن صاحب آدم کلارک اور ممفرڈ صاحب۔ گریز آسٹم۔ اکبر مسیح۔ استاہلین۔ ڈائلی وغیرہ کی وہ شہادتیں بھی آپ نے پڑھ لیں جن میں کہ ان مؤخر الذکر فضلا نے تحریف و الحاق بائیبل کے اثبات میں متعدد مثالیں بھی تحریر کی ہیں مگر اپنے دعوی کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے دو تین مشہور پادریوں کی اور بھی اقبالی شہادتیں سُناتے ہیں۔ ان شہادتوں میں بھی آپکو بکثرت ایسی نظائر اور دلائل ملینگی جو تحریف و الحاق بائیبل کے زبردست اور ناقابل تردید ثبوت ہیں۔

اٹھارھواں گواہ پادری فنڈر مصنف میزان الحق وغیرہ اپنی تصنیف اختتام دینی مباحثہ میں نہ صرف یہ چار و ناچار تسلیم کرتا ہے کہ بائیبل میں تحریف ہوئی۔ بلکہ اس کے ثبوت میں بیس بائیس مثالیں بھی سُناتا ہے۔ اگر ناظرین ان کو غور سے پڑھینگے تو انہیں اس بارے میں بہت سا ناقابل تردید مصالحہ ملیگا جس سے وہ اپنے غلطی خوردہ عیسائی بھائیوں کو سمجھا سکیں گے کہ موجودہ بائیبل محرّف مبدّل ہو چکی ہے:-

"ڈاکٹر گوشن کی کتاب کے چوتھے باب کی تیسری فصل میں لکھا ہے کہ گریسباخ اور شولز نے اپنی سب محنت اور وقت سے انجیل میں صرف تیرہ چودہ ایسی غلطیاں پائیں کہ آیت کے مضمون سے علاقہ رکھتیں اور اسے کچھ اور کر دیتی ہیں (یعنی اصل مطلب کو بگاڑ دیتی ہیں) اور وے یہ ہیں۔ پہلے اعمال کے ۲۰ باب ۲۸ آیت کہ خدا کی مجلس کو جسے اس نے اپنے ہی لہو سے مول لیا چراؤ گریسباخ کہتا ہے کہ لفظ خدا غلط ہے اسکی جگہ لفظ خداوند رکھنا چاہیئے۔ مگر شولز نے لفظ خدا کو صحیح ٹھیرایا ہے۔ دوسرا پہلا طمطاؤس ۳ باب ۱۶ آیت میں لکھا ہے کہ بالاتفاق دینداری کا بڑا بھید ہے وہ کہ جسم میں ظاہر ہوا مگر شولز لفظ خدا صحیح جانتا ہے۔ تیسرا۔ یہودا کا پہلا باب ۴ آیت کہ وے خدا کو جو اکیلا مالک ہے اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کا انکار کرتے ہیں۔ گریسباخ اور شولز دونوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہتے ہیں کہ صحیح یوں ہے کہ وے ہمارے اکیلا مالک اور خداوند الخ جوتھے۔ پہلے
یوحنا کا ۵ باب ۷ و ۸ آیت میں (جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس
اور یہ تینوں ایک ہیں) جو زمین پر گواہی دیتے ہیں الخ گریسباخ اور شولز ان باتوں
کو جو حلقہ (بریکٹ) میں ہیں الحاقی جانتے ہیں۔ پانچویں۔ مکاشفات ۸ باب ۱۳ ایک
فرشتے کو آسمان کے بیچوں بیچ اُڑتے ہوئے الخ۔ گریسباخ اور شولز دونوں کہتے
ہیں کہ فرشتے کی جگہ لفظ عقاب چاہیئے۔ چھٹے۔ یعقوب کے دوسرے باب میں
۱۸ آیت۔ تو اپنا ایمان بے عمل کے مجھ پر ظاہر کر۔ گریسباخ اور شولز اس کو صحیح جانتے
ہیں مگر بہت نسخوں میں ہے کہ تو اپنا ایمان عمل کے ساتھ مجھ پر ظاہر کر۔ ساتویں۔ اعمال
کا ۱۶ باب ۷ آیت۔ روح نے انہیں جانے نہ دیا۔ گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ صحیح
یوں ہے پر روح عیسیٰ نے انہیں جانے نہ دیا۔ آٹھویں۔ افسیوں کا ۵ باب ۲۱ آیت
خدا کے خوف سے ایک دوسرے کی فرمانبرداری کرو۔ گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ
خدا کی جگہ لفظ مسیح چاہیئے۔ نویں۔ مکاشفات کا پہلا باب ۱۱ آیت میں الفا اور اومیگا
اوّل و آخر ہوں۔ گریسباخ اور شولز الفاظ اوّل و آخر الحاقی بتلاتے ہیں۔ دسویں۔ متی
۱۹ باب آیت ۱۷۔ اُس نے اسے کہا تو کیوں مجھے اچھا کہتا ہے۔ اچھا تو کوئی نہیں مگر
ایک یعنی خدا۔ گریسباخ کہتا ہے کہ یوں چاہیئے۔ تو کیوں مجھ سے نیکی کی بات پوچھتا ہے الخ۔
مگر شولز الفاظ اوّل صحیح جانتا ہے۔ گیارھویں۔ فلپیوں کا ۴ باب ۱۳ آیت۔ مسیح سے
جو مجھے طاقت بخشتا ہے مَیں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ لفظ
مسیح الحاق کیا گیا ہے۔ بارھویں۔ اعمال کا ۸ باب ۳۷ آیت (فلپ نے کہا اگر تو اپنے تمام
دل سے ایمان لاتا ہے تو روا ہے اس نے جواب میں کہا مَیں ایمان لاتا ہوں کہ یسوع
مسیح خدا کا بیٹا ہے) پھر ۹ باب ۵ و ۶ آیت۔ اُس نے پوچھا کہ اے خداوند تو کون ہے،
خداوند نے کہا مَیں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے (پینے کی کیل پر لات مارنا تیرے لئے
بُرا ہے۔ اسلئے کانپ کر اور حیران ہو کر کہا اے خداوند تو کیا چاہتا ہے کہ مَیں کروں)
خداوند نے اُسے کہا الخ اور ۱۰ باب ۶ آیت میں لکھا ہے کہ وہ ایک شمعون دباغ کے
یہاں جس کا گھر سمندر کے کنارے ہے مہمان ہے (جو کچھ تجھے کرنا چاہیئے وہ تجھ کو بتا دیگا)
اب وے الفاظ جو آیات کے بیچ حلقہ (بریکٹ) میں ہیں گریسباخ اور شولز کے قول کے

... Library Rabwah

مطابق الحاق ہیں۔ انتہا قول گوشن صاحب۔"

اسکے بعد پادری فنڈر نے لکھا ہے کہ:۔

"ان الفاظ اور آیات مذکورہ کے سوا بعض اور آیات اور جملے ہیں جو بعض محققین کے قول کے مطابق الحاق ہیں۔ مثلاً (۱) یوحنا کا ۸ باب ۱۔ ۱۱ (آیت) تک۔ پھر (۲) یوحنا کا ۵ باب ۴ آیت۔ پھر (۳) متی کا ۶ باب ۱۳ آیت کے ان الفاظ پر کہ بادشاہت اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے۔ الحاق کا گمان ہے۔ پھر (۴) متی کے ۲۷ باب ۳۵ آیت میں یہ الفاظ کہ نبی کی معرفت جو کہا گیا پورا ہووے الیٰ آخر آیت۔ (۵) یوحنا کے ۱۹ باب ۲۴ آیت سے متی میں داخل ہوئے ہیں۔ اور بعض آیات اور الفاظ مقدم و مؤخر بھی ہوئے ہیں۔ مثلاً (۶) رومیوں کے ۸ باب پہلی آیت کے یہ الفاظ کہ جسم کے طور پر نہیں بلکہ روح کے طور پر چلے۔ اس باب کی چوتھی آیت سے مقدم ہوئے ہیں اور پھر پہلے (۷) قرنتیوں کا ۱۰ باب ۲۸ آیت میں یہ جملہ کہ زمین اور اسکی معموری خداوند کی ہے۔ اس باب کی ۲۶ آیت سے متاخر اور مکرر ہوا ہے۔ اور (۸) رومیوں کے ۱۶ باب کی ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ آیتوں کے حق میں گریسباخ کہتا ہے کہ پندرہ باب کے شروع میں تھیں اور متاخر ہو کر سولھویں باب میں داخل ہوئیں۔ مگر شولز کہتا ہے کہ ان کا اصل موقع وہی ۱۶ باب کے آخر میں ہے۔ اسکے سوا اور بھی الفاظ اور جملے ہیں جن پر تبدیل یا الحاق کا شبہ آتا ہے۔"

(اختتام دینی مباحثہ مطبوعہ سکندرہ اکبر آباد ۱۸۵۵ء)

اب یہ کامل ۲۰۔ ۲۲ مثالیں یہ ثابت کرنے کے لئے کافی سے وافی ہیں کہ موجودہ انجیل میں بالضرور الحاق اور تحریف ہوئی۔ پس جب فانڈر جیسے ضدی اور متعصب پادری کو بھی انجیل میں تغیر و تبدل کا مجبوراً اقراری ہونا پڑا۔ تو کیا ہمارے دیسی عیسائی اپنی ضد اور ہٹ کو نہ چھوڑینگے؟ جس حالت میں کہ میزان الحق کا مصنّف فانڈر نہ صرف اقرار کرتا ہے بلکہ تحریف و الحاق کے ثبوت میں ۲۰۔ ۲۲ مثالیں بھی نقل کرتا ہے جو قطعی ناقابل تردید ہیں تو ایسی حالت میں کیا دیسی پادریوں کا فرض نہیں کہ وہ ان دلائل پر غور کریں اور اپنے بزرگ فاضلوں کی تقلید کرتے ہوئے بے بنیاد خیالات کو ذہن سے نکال ڈالیں۔

انیسواں[19] گواہ یہ انیسواں[19] گواہ پادری عماد الدین لاہزڈی ہے جسے فانڈر کی طرح اپنی متعدد تصانیف میں مجبور ہو کر تسلیم کرنا پڑا۔ کہ بائیبل بعض جگہ تحریف بھی ہوئی اور الحاق بھی ہوا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انجیل متی کی تفسیر صفحہ ۹۶ پر لکھا ہے کہ:-

"الفاظ بادشاہت قدرت وجلال (متی ۶/۱۳) بعض قدیم نسخہ جات میں نہیں ہیں۔ اور بعض میں ہیں۔ اس کا سبب ٹھیک معلوم نہیں ہے۔ پر قیاس چاہتا ہے کہ یا تو سہو کاتب سے بعض میں رہ گئے یا بعض میں حاشیہ سے زائد ہوئے۔"

سبب معلوم ہو یا نہ ہو۔ مگر یہ تو درست ہے نہ کہ یہ الفاظ اصل متن میں صدیوں تک شامل رہے اور انہیں الہامی کلام ہی سمجھا جاتا رہا؟ پس اب ان الفاظ کو جزو متن نہ ماننا ثابت کرتا ہے کہ انجیل میں غیر معلوم زمانہ میں کسی غیر معلوم شخص نے یہ الفاظ اپنی طرف سے زائد ملا دیئے اور انکی نام الحاق اور جعلسازی ہے۔

تفسیر انجیل یوحنا کے صفحہ ۶۹ و ۲۷۰ پر یوحنا باب ۸ آیت ۱ تا ۱۱ کے متعلق عماد الدین لکھتا ہے کہ:-

"یہ آیتیں یعنی ا سے ۱۱ تک کل پرانے نسخوں میں پائی نہیں جاتیں۔ اور پرانے ترجموں میں بھی نہیں ہیں اور پرانی تفسیروں میں بعض بزرگوں نے انکی تفسیر بھی نہیں کی ہے۔ لیکن بعض پرانے نسخوں میں ہیں۔ اور وہ پرانے نسخے تین سو سے زیادہ ہیں جن میں یہ آیتیں ہیں اور انکی نسبت انکار کے جو دلائل ہیں ان سے زیادہ تر دلائل ثبوت کے ہیں۔ اگسطین صاحب اور امبروز صاحب اور جیرم صاحب اس قصہ کے حق میں ثبوت کی گواہی دیتے ہیں (یہ زمانہ بعید کے لوگ کیونکر مسیح کے کسی واقعہ کے گواہ ہو سکتے ہیں؟ ناقل) اور لاطن و عربی اور فارسی اور مصری اور سوریانی و حبشی ترجموں میں بھی یہ آیتیں پائی جاتی ہیں۔"

یہاں تک تو پادری عماد الدین نے اس جعلسازی پر پردہ ڈالنے کیلئے بہت سی دور از کار اور ناکارہ توجیہات سے کام لیا جو ہرگز اسکے خام دعویٰ کی مؤید نہیں۔ مگر لطف یہ کہ آگے چلکر خود ہی یہ لکھ کر اپنی تمام ریتلی عمارت کو گرا دیا کہ:

"مگر یہ قصہ ان تین پرانے نسخوں میں نہیں ہے جو سب سے زیادہ قدیمی ہیں۔"

پس جب یہ آیات (یوحنا ۸/۱-۱۱) سب سے قدیم تین نسخوں میں نہیں تو اس صورت میں بہت بعد کے نسخوں میں انکا درج ہونا انہیں الحاقی اور جعلی ثابت کرنیکے لئے کافی نہیں؟ بعد کے تین سو نہیں تین ہزار بلکہ تین لاکھ نسخوں میں بھی یہ آیات کیوں نہ ہوں مگر جب سب سے پرانے نسخوں میں یہ نہیں تو کس طرح ان آیات کو جزو متن سمجھا جائے۔ پس ثابت ہو گیا کہ انجیل میں الحاق اور جعل ہوا اور ضرور ہوا۔ اور اسکی یہ روشن مثال ہے۔

عماد الدین کی کتابوں سے اور بھی بہت سی اقبالی شہادتیں نقل کیجا سکتی ہیں مگر افسوس کہ فی الحال گنجائش نہیں شائقین اگر اسکی کتاب تحقیق الایمان کا مطالعہ کریں تو انہیں انہیں بہت سی محرف مقامات کا اقبالی بیان نظر آئیگا +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طرف نہیں لے جاتا اسلئے میں اس کشف حقیقت کے لئے اسلام کی روشنی میں ڈاکٹر موصوف کی تھیوری کو بیان کرونگا۔

اسلام ہی بحیثیت مذہب قوتِ خیال کے اثر کو بیان کرتا ہے

دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی اکیلا مذہب ہے جو فطرت انسانی کی ترجمانی کرتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہی عالمگیر مذہب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشن بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا تھا اور حضرت مسیح ع اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش اور اجتماع کے لئے مبعوث ہوئے۔ ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ

نوع انسان کے لئے مبعوث ہوئے ہیں

یہ دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ وہ نوع انسان کیلئے آئے ہیں (یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا) یہی وجہ ہے کہ اسلام کسی قوم یا ملک یا رنگ کی تخصیص نہیں کرتا بلکہ اسلام کی کوئی جاگرفی نہیں جہاں انسان پایا جاتا ہے اسلام اسکے لئے صحیح مذہب اور دستور العمل ہے۔ چونکہ اسلام نوع انسان کے لئے بطور ایک فطرتی مذہب کے آیا اسلئے اس نے انسان کا مقام اسکی حیثیت کائنات میں اور اسکے مقصد زندگی پر صحیح اور حقیقی روشنی ڈالی۔ ان میں سے ہر ایک بجائے خود ایک مستقل مضمون ہے اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا اور توفیق دی تو میں مختلف اوقات میں انپر بحث کرسکونگا۔ فی الحال میرے زیر نظر ڈاکٹر صاحب کی تھیوری ہے۔

اسلام قوتِ خیال کے اثر کے اظہار میں بحیثیت مذہب منفرد ہے اور جو اس قوتِ خیال کو صحیح مرکز پر قائم کرنے کی جو تدابیر بتاتا ہے اس میں بھی یگانہ ہے۔ سب سے اول وہ یہ بتاتا ہے کہ نفس انسانی جذبات اور خیالات کی ایک رَو اپنے اندر رکھتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

لقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب اليه من حبل الوريد

یعنی ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ان خیالات و جذبات کی موجوں کو جانتے ہیں جو اسکے نفس میں پیدا ہوتی ہیں۔ قرآن مجید کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ وہ نہایت مختصر الفاظ میں لا انتہا معارف اور حقائق رکھ دیتا ہے جیسا کہ قدرت کی کتاب میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک چیز بظاہر نہایت مختصر اور چھوٹی ہے لیکن اسکے خواص و عجائبات نامتناہی ہیں۔ اس چھوٹے سے ٹکڑہ میں جہاں یہ بتا دیا کہ

انسان جذباتی امواج کا مرکز ہے

اسکے ساتھ ہی ان امواج پر قابو پانے اور انکو صحیح راستہ پر چلانے کا طریق بھی بتا دیا ہے۔ یہ صرف ایک ہی مقام نہیں بلکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات مختلف اغراض و مقاصد کے ماتحت جذباتی رَو کے متعلق بیان کئے ہیں۔ چونکہ خیالات کی یہ امواج مختلف رنگوں میں اُٹھتی ہیں کبھی وہ نہایت مفید اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسوۂ سیّد الانام

بجواب

محمد صاحب از روئے اسلام

(نمبر ۳)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اہل عرب کی جہالت ہاں اگر ہم تاریخ عرب کو اٹھائیں۔ اور ان کے پڑھنے میں اپنے خیالات سابقہ کو ذرا تھوڑی دیر کے لئے اپنے دلوں سے نکال ڈالیں۔ اور اس طرح خالی الذہن ہو کر محض حق جوئی اور حق طلبی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُن کے حالات کا مطالعہ کریں۔ تو بلاشبہ اُس زمانہ جاہلیت میں بسنے والوں کا فوٹو ہمیں یوں نظر آتا ہے کہ:۔ ؎

نہ خدا ہی ملا۔ نہ وصالِ صنم * نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
ہوئے کیسے خراب خدا کی قسم * نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

یعنی اگر دنیاوی حالت کو لو۔ تو اُس وقت کے اہلِ عرب نہ تو فلسفہ جانتے تھے۔ اور نہ ہی ریاضی سے واقف تھے۔ نہ علم ہیئت کے کوچہ میں دسترس رکھتے تھے۔ اور نہ ہی کسی اور فن میں مہارت۔ بلکہ وہ اِن تمام علوم و فنون سے محض نابلد اور جاہل مُطلق تھے۔ وہ راہ چلنے والوں کو جو کہ بالکل ہی بے قصور اور بے گناہ ہوتے۔ اپنی لُوٹ کا شکار بناتے۔ اُنکی مال و دولت سب چھین جھپٹ لیتے۔ اُن کے کپڑوں تک کو اُتار لیتے۔ اور انہیں مادر زاد ننگا کر کے بعض دفعہ قتل کر دیتے اور بعض دفعہ ترحّم سے چھوڑ دیتے۔ وہ فرقۂ نسواں کو نہایت ہی ذلیل اور حقیر سمجھتے۔ یعنی جب چاہتے اُن سے نکاح کر لیتے۔ اور جب چاہتے اُنہیں چھوڑ دیتے۔ وہ اُنہیں اپنی جائداد کا ایک حصّہ تصوّر کرتے۔ اور اس طرح تقسیم جائداد پر اُن عورتوں کو بطور ورثہ اپنے درمیان بانٹتے۔ غرضکہ انہی قبیح رسوم کے باعث وہ وحشیانہ عادت بھی اُن میں پیدا ہو گئی جسپر آجتک نفرین کہی جاتی اور وہ مستحق صد ملامت کہی جاتی ہے۔ یعنی بیٹے کا اپنے باپ کی منکوحہ عورتوں سے شادی کر لینا۔ اور اُنہیں اپنی ملکیّت سمجھنا۔ اِسی طرح عورتوں کو ذلیل اور حقیر تصوّر کرتے ہوئے اُنھوں نے اپنی لڑکیوں کو زندہ بگور کرنا شروع کیا۔ اور اِس طرح فرقۂ نسواں کے اعزاز اور اُنکے اِکرام کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل ڈالا۔ اور اُسے ایک نہایت ہی ناقابلِ تلافی صدمہ پہنچایا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر دیکھو کہ وہ زنا کرتے اور نسیب و روز کرتے۔ مگر زنا کرتے ہوئے اس پر فخر کرتے۔ اور علانیہ اپنی مجالس میں اور اپنے قصائد میں اُس کا ذکر لاتے۔ وہ کوئی بھی قصیدہ نہ کہتے۔ مگر یہ ضروری اور فرض سمجھتے کہ اُس کی ابتداء اپنی معشوقہ و محبوبہ کے کھلے کھلے ذکر سے کریں۔ اور اس طرح علانیہ اُسکی اور اپنی چند مجالس کی سیاہ کاریاں بیان کریں۔ کعب ابن زہیر ایک مشہور شاعر گذرا ہے۔ وہ ایک دفعہ رسولِ کریم صلعم کی مدح میں ایک قصیدہ کہہ لایا۔ جو آجکل بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے۔ اُس کی ابتداء میں ہی وہ شاعر اپنی محبوبہ کی جُدائی کا دکھڑا روتا ہے۔ اور نہایت ہی پُرحسرت و پُردرد کلمات میں کہتا ہے۔ ؎

بانت سعادُ فقلبی الیومَ متبولُ ✣ متیّمٌ اثرھا لم یفد مکبولُ

"میری محبوبہ و معشوقہ نے جس کا نام سعاد ہے مجھ سے مفارقت اختیار کی۔ جس کے فراق کے سبب میرا دل زار و نزار اور پارہ پارہ ہوگیا۔ اور قید میں پھنس گیا۔ جس سے رہائی کی امید ہی نہیں۔ کیونکہ اُسے آزاد کرنیوالا ہی کوئی باقی نہ رہا۔"

غرضکہ اُس شاعر کی اِس داستانِ غم نے اُس قصیدہ کو نصف سے زیادہ بھر دیا ہے۔ ہاں آخری چند ابیات میں وہ رسولِ کریم صلعم کی مدح و تعریف بھی کرتا ہے۔ اور اس طرح اپنے اُس طولانی قصیدہ کو وہ ختم کرتا ہے۔

پھر امرءُالقیس ایک قصیدہ کہتا ہے۔ جسکے پہلے مصرع میں ہی وہ اپنے قلبی جذبات اور اپنے دلی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یوں کہتا ہے :-

قِفا نبكِ من ذكرى حبيبٍ ومنزلِ (سبعہ معلقہ)

یعنی او میرے ساتھیو۔ ذرا کی ذرا ٹھیرنا۔ کہ ہم اپنے محبوب کی یاد میں اُس کے مقدس مکانات کے کھنڈرات پر اپنے آنسوؤں کو بہائیں۔ اور اس طرح اپنے غم زدہ اور بے چین قلوب کو روتے ہوئے کچھ تسکین و راحت دے لیں۔

غرضکہ شعراءِ عرب نہایت ہی گندی اور فحش باتوں کو کھلے اور ننگے الفاظ میں اپنے قصائد میں بیان کرتے اور انہیں پھر اپنی مجالس میں بڑے مزے لیکر پڑھتے۔ اور اس طرح زنا کو فروغ دیتے۔ اور اُسے زیادہ سے زیادہ پھیلاتے۔

شراب نوشی پھر گو آج بھی دنیا میں شراب پی جاتی اور بکثرت استعمال کی جاتی ہے۔ مگر کہیں بھی اُسکے پینے پر اظہارِ تفاخر نہیں کیا جاتا۔ مگر ایک عرب اپنے شراب پینے پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فخر کرتا اور اپنی معشوقہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ اے میری معشوقہ تو اُن آٹھ وقتوں کے علاوہ جن میں میں شراب پیتا ہوں۔ صبح کو بھی اُسوقت جبکہ ابھی میرے دوست خوابِ غفلت میں پڑے سوتے ہوں۔ اپنی نیند سے بیدار ہونا۔ اور اُسوقت مجھے شراب کے جام پلانا۔ تاکہ میں اپنی مے نوشی کے باعث اپنے اُن دوستوں پر اظہار تفاخر کرسکوں۔

اس میں شُبہ نہیں کہ فی زمانہ بکثرت شراب پی جاتی ہے۔ اور اس میں بھی شُبہ نہیں کہ خود لنڈن میں جس کثرت سے وہ استعمال ہوتی ہے۔ اُسکے متعلق جو یہ اندازہ کیا گیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ کہ لنڈن کی اگر پندرہ سالہ شراب کو اکٹھا کر کے لنڈھا دیا جائے۔ تو یقیناً یقیناً اُس سے ایک عظیم الشان دریا بہ نکلے۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ باوجود اسقدر مے نوشی کے لنڈن اپنی شراب نوشی پر فخر نہیں کرتا۔ بلکہ شرابی کو وہ ایک گالی خیال کرتا ہے۔ اور اس نام سے وہ نفرت اور حقارت رکھتا ہے۔ چنانچہ "ڈرنکرڈ" (Drunkard) کا لفظ وہاں بطور ایک گالی کے استعمال ہوتا ہے۔ مگر اہل عرب نہ صرف یہ کہ اسے معیوب ہی نہ سمجھتے۔ بلکہ دوستوں میں شراب کے بکثرت پینے کو اپنی مجالس میں فخریہ ظاہر کرتے۔ ایک اور عرب شاعر اپنے بیٹے کو وصیّت کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

إذا مِتُّ فادفنّي إلى جنب كرمةٍ ٭ تُروّي عظامي بعد موتي عروقها
ولا تدفنني في الفلاةِ فإنّني ٭ اخاف اذا ما مِتُّ ان لا اذوقها

یعنی جب میں مرجاؤں۔ تو مجھے انگور کے درختوں کے پاس دفن کیجو۔ تا اُس کی جڑیں میری ہڈیوں کو سیراب کرتی رہیں۔ ولیکن جنگل میں مجھے ہرگز دفن نہ کرنا۔ تا ایسا نہ ہو کہ مرنے کے بعد میں اس شراب سے محروم رہ جاؤں۔

پھر سبعہ معلقہ کے قصیدۂ خامسہ میں ایک اور شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتا ہے:- ألا هبّي بصحنك فاصبحينا ٭ ولا تبقي خمور الاندرينا
یعنی اے میری معشوقہ تو شراب کا پیالہ لیکر اٹھ اور قصبۂ اندرین میں جس قدر شرابیں بنائی جاتی ہیں وہ سب کی سب مجھے پلا دے تا ایسا ہو کہ شراب کے ذخیروں میں کچھ بھی باقی نہ رہے۔ پھر لغت عرب کو دیکھو۔ وہاں بھی شراب کے ناموں کو اس کثرت سے پاؤ گے۔ کہ دیکھ کر حیران و ششدر رہو گے۔ اور اسکی نظیر کسی اور زبان میں کبھی بھی نہ پاؤ گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دراصل اہلِ عرب شراب کے بہت ہی دلدادہ تھے۔ اور وہ اپنے تمام اموال کو اور اپنی ساری جائداد کو اس راہ میں بیچتے اور خرچ کرتے تھے۔ اور وہ ہرگز اس بات کی پروا نہ کرتے تھے۔ کہ کل اُن کا کیا حال ہوگا۔ اور کس طرح انکی زندگی کا سامان ہوگا۔ بلکہ وہ یہی چاہتے کہ آج تو شراب پی لیں۔ خواہ کل جائداد سے بھی جواب ملجائے۔ اور سوکھے ٹکڑوں کے لئے اُنہیں دربدر محتاج پھرنا پڑے۔

چنانچہ ایک تاریخی اور صحیح واقعہ میرے اس قول پر شاہد ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام سے ماقبل زمانہ میں کعبہ کی تولیت قبیلۂ خزاعہ کے پاس تھی۔ جن کا رئیس اعظم اُسوقت حلیل ابن حبشیہ نامی ایک نامور اور مشہور شخص تھا۔ جب اس رئیس کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو اُس نے کعبہ کی تولیت اپنے ایک لڑکے ابوغبشان نامی کے سپرد کردی۔ اور اتنا کہکر عالمِ بقا کی راہ لی۔ مگر ابوغبشان ایک سخت شرابی آدمی تھا۔ جو ہروقت نشۂ شراب میں مخمور رہتا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ اُس کے پاس شراب ختم ہوگئی۔ اور اُسے نشے اور عادتِ بد کی وجہ سے نہایت ہی تکلیف پہنچی۔ اُسکی اس حالتِ زار کو دیکھ کر ایک نہایت ہی ہوشیار اور جہاندیدہ شخص قصی نے اُسے کہا کہ میرے پاس شراب تو موجود ہے اور مَیں وہ دینے کو بھی تیار ہوں۔ مگر اس شرط پر مَیں تمھیں دونگا کہ کعبہ کی تولیت تم میرے ہاتھ میں اس شراب کے بدلے فروخت کردو۔ اور اُس کی کُنجیاں مجھے دیدو۔ اُسے اور کیا چاہیئے تھا۔ مثل مشہور ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا۔ اس نے منظور کرلیا۔ اور آپس میں سودا ہوگیا۔ غرضکہ نہایت ہی حقیر چیز کے بدلے اُس نے بیش قیمت چیز کو فروخت کردیا۔ اور اس طرح بڑی اور اعلیٰ چیز کو چھوٹی اور ناقص شئے کے پر قربان کردیا۔ قبیلۂ خزاعہ کو اس خرید و فروخت کا علم ہُوا۔ تو وہ آگ بگولہ ہوئے۔ اور آمادۂ جنگ ہوگئے۔ اِدھر قصی نے اپنی قوم کو جمع کیا۔ اور لشکروں کو میدانِ جنگ میں بھیجدیا۔ جسپر نہایت ہی عظیم الشان اور سخت جنگ و جدل جاری ہوگیا۔

پھر شعراءِ عرب بھی اپنے شعروں میں یہی کچھ کہتے کہ شراب پینی ہے۔ چاہے کچھ خرچ ہو۔ اور کچھ ضائع ایک شاعر کہتا ہے:۔

اعاذلِ لو شربتِ الخمر حتی ٭ یکونُ لکلِّ انملۃٍ دبیبُ

اذاً لعذرتنی وعلمتِ انی ٭ بما اتلفتُ من مالی مصیبُ (حماسہ)

یعنی اے نادان ملامتگر عورت۔ اگر تُو بھی شراب پیتی۔ اور بسبب اہتزاز اور دورۂ خون کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیری انگلیوں کے ہر پور میں چیونٹیاں سی چلنے لگتیں۔ تو اُس وقت تو مجھے مے نوشی میں ملامت نہ کرتی۔ اور مجھے معذور ہی سمجھتی۔ اور یہ خیال لیتی کہ جسقدر اموال مَیں نے شراب نوشی پر صرف کیئے ہیں۔ اُن ساروں کے خرچ کرنے میں مَیں حق اور راستی پر ہوں۔ نہ کہ گمراہی اور ضلالت پر۔ پھر اِسی تک بس نہیں۔ بلکہ اہلِ عرب شراب پینے کو شرفاء اور خواص کے لئے ضروری اور لازمۂ زندگی میں سے ایک اہم امر سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر اپنے شعر میں اُس مضمون کو یوں ادا کرتا ہے:-

اِنَّا مُحَیُّوكِ یا سلمیٰ فَحَیّینا ٭ واِنْ سقیتِ کِرامَ الناسِ فاسْقِینا (حماسہ)

یعنی اے میری سلمہ ہم تجھے سلام کہتے ہیں۔ تو بھی ہمیں سلام کا تحفہ پہنچا۔ اور اگر تو کسی خاص دن شرفاء کو شراب پینے پر بلائے۔ تو ہمیں بھی بلا لینا۔ کیونکہ ہم بھی خواص میں سے ہیں۔

مختصر یہ کہ زنا اور شراب اُن کی دل لگی کا ایک خاص ذریعہ تھے۔ اور اُنکے بہترین ارادوں میں سے ممیز و ممتاز نظر آتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے نچلے دھڑ کے لئے زنا کو مخصوص کیا تھا۔ اور اپنے اوپر کے حصہ کے لئے شراب کو چن لیا تھا۔ اور اِس طرح اپنی ہر ایک پاکیزہ قوت کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اور اُنہیں ورطۂ ہلاکت میں ڈال دیا تھا۔

اہلِ عرب کے بقیہ خصائل رزیلہ

پھر دیکھو کہ وہ صرف انہی افعالِ ناشائستہ کے مرتکب نہ تھے۔ بلکہ بے حیائی اور بے عزتی میں بھی مشہورِ عالم تھے۔ یعنی وہ خود اپنی لونڈیوں سے بدکاری کرواتے۔ اور اُسکی آمد وصول کیا کرتے۔ اور اِس طرح اپنے نان و نفقہ کا بندوبست کرتے رہتے۔ وہ جوا بھی کھیلتے اور خوب کھیلتے۔ پھر وہ فخر کرتے۔ اور اپنے اِعزاز اور اکرام کا باعث جانتے۔ وہ لڑائیاں بھی کرتے اور جنگ و جدل بھی جاری رکھتے۔ پھر وہ انتقام پورا کرنے کے لئے مُردوں کی کھوپریوں تک میں شرابیں پیتے۔ اور حاملہ عورتوں کے حمل گرا دیتے۔ غرضکہ دنیاوی پہلو سے وہ ہر طرح ناقص اور گری ہوئی حالت میں تھے۔ اور وہ اُن تمام باتوں میں بڑے مزے لیتے تھے۔ جن کو ایک دنیادار شخص دیکھنا کجا سُننا بھی پسند نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں قابلِ نفرت قرار دیتا اور ان سے ہر دم مجتنب رہتا ہے۔

ہمارے مولانا الطاف حسین صاحب حالی نے زمانۂ جاہلیّت کا فوٹو نہایت ہی خوبصورتی اور عمدگی سے اپنے مسدّس میں کھینچا ہے۔ مَیں وہاں سے چند ابیات نقل کرتے ہوئے آپ لوگوں کے سامنے اُنہیں رکھتا ہوں۔ تا اِس طرح بھی اُس زمانے کا نقشہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اور بخوبی یہ پتہ چلا سکیں۔ کہ وہ لوگ کن حالات و واقعات میں سے گذر رہے تھے۔ آیا قابلِ تقلید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حالات میں سے۔ یا لائق اجتناب واقعات میں سے۔ مولانا حالی لکھتے ہیں:۔

چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ ہر اک لُوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا اُن کا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے
نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اُس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا
کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
کہیں آب جو آنے جانے پہ جھگڑا کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی تکرار اُن میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں
جُوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی شراب اُنکی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا۔ غفلت تھی۔ دیوانگی تھی غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی
بس اِس طرح دن اُنکی گذری تھی صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھی بدیاں
(مسدس حالی)

اہل عرب کی دینی حالت

اور اگر اِس دنیاوی پہلو کے بعد اُن کے دینی حصہ کو بغور دیکھا جائے۔ تو وہاں بھی وہ ہر طرح قابل مواخذہ گردانے جائینگے۔ اور وہ مجرم و گنہگار ہی کہلائے جائینگے۔ اور کبھی بھی نیک و پاک جیسے پاکیزہ اور معزز نام سے وہ موسوم نہ ہونگے بلکہ ہر حالت کے انکشاف پر اور ہر کیفیت کے اعلام پر وہ زیادہ سے زیادہ فرزندان ظلمت کہلائینگے۔ اور وہ میدان روحانیت میں اُن اندھوں سے مشابہت رکھینگے۔ جنہوں نے ایک تاریک و پُر ظلمت رات میں ایک مردہ اور بے جان سانپ کو پایا۔ پھر اُسے اُٹھایا اور اُسکی ملائمت اور اُسکی لچک کو ٹٹول کر اُسے اپنا حسین و مہ جبیں محبوب تصور کیا۔ تب اُسکو قیمتی کپڑوں اور ریشمی رومالوں میں لپیٹا۔ اور اُسکی مدح و توصیف میں آسمان اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زمین کے قلابے ملادیئے۔ مگر جب اہل بصیرت نے اُسے دیکھا۔ اور اُن پردوں کو اُس کے چہرہ پر سے چاک کیا۔ تو اُسے نہایت ہی حقیر اور ذلیل مردہ اور بے جان سانپ پایا۔

کیا آپ لوگ اِس بات کو نہیں جانتے۔ کہ اہلِ عرب بتوں کے کسقدر پرستار تھے۔ اور وہ اُنکو کیا درجہ اور کیا رُتبہ دیئے ہوئے تھے۔ وہ یہی عقیدہ اور یہی مذہب رکھتے کہ بارشوں کو برسانا۔ اور پھلوں کو نکالنا۔ بچّوں کا ماؤں کے رحموں تک میں پیدا کرنا۔ اور پھر اُنہیں زندہ رکھنا یا وفات دینا۔ یہ تمام کی تمام طاقتیں اُن پتھر یا مٹی کے بُتوں میں فی الواقع موجود ہیں۔ جنکو خود اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اور اُن کو گھڑ کر تیار کیا وہ ہر مصیبت کے آنے پر اور ہر ایک دُکھ کے وارد ہونے پر۔ اپنے اُن بُتوں کے سامنے جُھکتے۔ جو نہ اُنکی فریاد اور تضرّع کو سُن سکتے۔ اور نہ ہی اُن کی تنگی و تکلیف کو رفع کر سکتے۔ وہ خیال اور گمان کیا کرتے کہ خدا کو اِن باتوں سے کیا علاقہ۔ کہ کسی کی مراد پوری کرے۔ اور کسی کو سزا کے لئے پکڑے۔ بلکہ وہ تو ان تمام بکھیڑوں سے پاک اور منزّہ ہے۔ اور اسی لئے وہ آرام سے عرش پر بیٹھا ہے۔ مگر ہاں اُس نے ان تمام بُتوں اور اصنام کو اپنی تمام طاقتوں اور اپنی تمام قوّتوں کا وارث بنا دیا ہے۔ جسکی بنا پر ہم انہی کے آگے جھکتے اور انہیں کے سامنے اپنی پیشانی کو رگڑتے ہیں۔ غرضکہ بُتوں میں وہ ایسے اُلجھ بیٹھے کہ انہی کی خاطر اپنے محبوبِ حقیقی خداوند کریم سے بکلّی روگردان ہو گئے۔ اور اسکے رشتۂ مودّت سے منفک۔ وہ خدا کو جانتے ہوئے اُس کے عرفان سے جاہل رہے اور اُسکو مانتے ہوئے اُسکے قرب سے غافل۔ اور اِس طرح اپنے خالق و مالک سے وہ منحرف ہو گئے۔ اور اُس کے کہ آبق اور نافرمان بن گئے۔

چنانچہ قرآنِ مجید پڑھکر دیکھ لو۔ اُس میں کسطرح یہ پُر زور الفاظ میں واضح کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی آمدِ مبارک اُس زمانہ میں واقع ہوئی جبکہ کفر و ضلالت اپنی پوری طاقت میں موجزن تھا۔ اور وہ بڑھتے اور ترقی کرتے اکنافِ عالم تک میں پھیل چکا تھا۔ مگر افسوس ہے تو یہی۔ کہ لوگ اُس خدائی کلام پر کبھی توجہ نہیں کرتے۔ اور اُس الٰہی پیام پر کبھی غور نہیں کرتے۔ جس پہ توجہ کرنا اور اُسکو غور و فکر سے سُننا اُنکا اوّلین فرض تھا۔ بلکہ اپنے تخیلات ہی کو وہ حقیقت کا جامہ پہناتے ہیں۔ اور اِس طرح سچائی سے میلوں بلکہ کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔ ہمارے یہی پادری صاحب اپنے اِس رسالہ میں قرآن مجید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"محمد صاحب کے بارے میں علم حاصل کرنے کا تیسرا چشمہ قرآن اور اس کی مستند تفاسیر ہیں۔" (دیباچہ صفحہ د)

اور پھر دوسرے موقع پر صاف اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:۔

"اس زمانے کی ایک ہی واحد کتاب جو ہم تک پہنچی ہے وہ قرآن ہے" صـ ۱۳

پس اگر ہم قرآن مجید سے یہ ثابت کردیں۔ اور اس کی آیات بینات سے یہ واضح کردیں کہ فی الواقع اہل عرب اپنے مجموعی حالات کی رُو سے ایک روحانی طبیب کے سخت حاجتمند تھے۔ تو لامحالہ مصنف رسالہ اور ان کے ہمنوا اصحاب کو دلائل قرآنیہ کے سامنے اپنے خیالی اور وہمی ہتھیاروں کو ڈال دینا پڑیگا۔ اور اس طرح اپنے قائم کردہ اصل کے ماتحت ہی اپنے سروں کو ان کے آگے جھکانا ہوگا۔ (باقی آیندہ)

سوال جواب

(۱) **سوال**۔ مختلف مذاہب میں اختلاف کیوں ہے؟

اس سوال کا جواب اسلام کے سوا باقی دوسرے مذاہب کے پیرو تو نہایت آسانی سے دیدینگے کہ اس وجہ سے کہ باقی مذاہب انسان کے بنائے ہوئے ہیں ان میں آپسمیں اور سچے مذہب سے اختلاف ہے۔ لیکن اسلام کے نزدیک قرآن کریم کے حکم وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ کے ماتحت ہر ملک اور ہر قوم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگ ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ کہ دنیا کو خدا کی طرف بلاتے رہے ہیں۔ پس اس سوال کے جواب کی حقیقی ذمہ واری اسلام پر ہی آتی ہے اور قرآن کریم نے اس اختلاف کو تسلیم کرتے ہوئے اسکے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انبیاءؑ کے بعد لوگ سچی تعلیم سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور اسکو ایسا محرف و مبدل کردیتے ہیں۔ کہ تحریف و تبدیل کی وجہ سے ایک دوسری تعلیم کے بھیجنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پس اس بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک وجہ مذاہب میں اختلاف کے پائے جانے کی یہ ہے۔ کہ تعلیم کے نازل ہونے کے بعد لوگ اپنے خیالات کو اس تعلیم میں دخل کردیتے ہیں۔ پس جس قدر کہ مذہب میں لوگوں کے خیالات کا دخل ہوتا ہے۔ اسی قدر اس مذہب کو سچائی سے اختلاف ہوتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسری وجہ قرآن کریم یہ بیان فرماتا ہے۔ کہ کبھی ضرورت زمانہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم پہلی تعلیمات میں دو قسم کی تبدیلیاں کر دیتے ہیں اگر پہلی تعلیم دنیا کے مناسب حال نہیں رہتی تو ہم ویسی ہی اور تعلیم جو دنیا کے مناسب حال ہوتی ہے دنیا میں بھیجدیتے ہیں۔ اور بعض دفعہ پہلی تعلیم جس حالت میں دیگئی تھی اُس سے بنی نوع انسان ترقی کر جاتے ہیں۔ پس ہم اُس پہلی تعلیم کو مٹا کر اُسکی جگہ ایسی تعلیم جو اُس سے بہتر ہوتی ہے۔ اور ترقی یافتہ انسانی دماغ کے مطابق ہوتی ہے۔ بھیجدیتے ہیں۔ پس اختلاف کی وجہ قرآن کریم کے بتلائے ہوئے طریق کے مطابق یہی دو ہیں ؎

(۳) **سوال**۔ کہا جاتا ہے۔ کہ نام کوئی حقیقت رکھتے ہیں کیا اُن کا اثر کسی عمر میں بچے کے اخلاق پر بھی پڑتا ہے ؟

جواب۔ یہ بات سچی ہے۔ کہ اسماء حقیقت رکھتے ہیں اور اگر اُن حقائق سے کام لیا جاوے تو بچے کے اخلاق پر اُنکا ضرور اثر پڑتا ہے۔ اس بیان سے کہ نام حقیقت رکھتے ہیں یہ ہرگز مراد نہیں کہ نام خدا رکھواتا ہے۔ یا یہ کہ وہ الہامی ہوتے ہیں۔ سوائے اُن چند ناموں کے جو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے رکھے ہیں باقی سب نام انسان خود ہی رکھتے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ باوجود اسکے کہ انسان ہی نام رکھتے ہیں ناموں کا اثر بچے کے آیندہ اخلاق پر ضرور پڑتا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ جو بات بچے کے کان میں متواتر پڑے وہ آہستہ آہستہ اُسکی نقل شروع کر دیتا ہے۔ اور اپنے چال چلن کو ویسا ہی بناتا ہے۔ پس اگر بچے کا نام اپنے اندر کوئی اچھی حقیقت رکھتا ہے۔ اور اُس حقیقت سے اُس بچے کو آگاہ بھی کر دیا جائے۔ اور اُسے بچے کے ذہن میں خوب ذہن نشین کر دیا جائے۔ تو بچوں کے اخلاق پر اُس کا ضرور اچھا اثر پڑتا ہے اِسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اچھے نام رکھا کرو بلکہ بعض ناموں کو جو بُرے معنی رکھتے تھے آپ نے بدلوا بھی دیا ہاں یہ ضروری ہے کہ بچہ کو یہ بتا بھی دیا جائے۔ کہ تمہارے نام کے یہ معنی ہیں اور تمہیں ایسا بننے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ جب بھی اس کا نام لیا جائے فوراً اسکے ذہن میں وہ مقصود آجائے جس مقصد کے پورا کرنے کی خواہش اُسکے والدین اُس سے رکھتے ہیں اگر وہ اپنے نام کے معنی نہیں سمجھتا یا اُسکو یہ نہیں بتایا جاتا۔ کہ اُس نام رکھنے کی غرض کیا ہے۔ تو پھر اُسے نام سے کوئی فائدہ نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو سکتا ؟

(۳) سوال۔ جب انسان مرجاتے ہیں تو اُن کی رُوح کہاں جاتی ہے اور اُس کا کیا حشر ہوتا ہے؟

جواب۔ جب کوئی انسان مرجاتا ہے۔ تو اُس کی رُوح اُس مقام میں جاتی ہے جسے قبر کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مقام ہے جس میں انسانی رُوح کی تربیت اُن اعمال کے مطابق ہوتی ہے جنہیں وہ اس دنیا میں کرتا تھا۔ نیک اعمال والے کے اندر روحانی طاقت اور قوّت پیدا ہونے لگ جاتی ہے۔ اور بد اعمال کرنیوالے کے اندر روحانی بیماریاں نشوونما پانے لگ جاتی ہیں اس مقام کی حالت بالکل رحم مادر کی سی ہے۔ یہی انسانی روح اُن طاقتوں کو حاصل کرتی ہے کہ جن طاقتوں کی اُسے مابعد موت زندگی میں ضرورت پڑنے والی ہے۔ چونکہ یہ زمانہ قویٰ کے حصول کا زمانہ ہے نہ کہ اُن کے استعمال کا۔ اِس لئے اس زمانہ پر حیات مابعد الموت کا محاورہ استعمال نہیں کرتے۔ حقیقی حیات کا زمانہ وہ سمجھا جاتا ہے۔ جب اُسکے اعمال کے مطابق روحانی قوّتوں کو حاصل کرنے کے بعد انسان کو اُن مقامات پر رکھا جاتا ہے جہاں وہ اپنی طاقتوں کے مطابق اچھی یا بُری زندگی بسر کرنے لگتے ہیں ؛

(۴) سوال۔ موت کا سبب کیا ہے کیا یہ زندگی کی منزل کا اختتام ہے ؟

جواب۔ یہ سوال درحقیقت دو سوالوں پر مشتمل ہے۔ پہلا اس میں یہ ہے کہ موت کا سبب کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ موت کے کئی اسباب ہوتے ہیں کبھی اُن ذرائع کی موجودگی کی وجہ سے جن کو خدا تعالیٰ نے انسان کی حیات کو ختم کرنے کے لئے پیدا کیا ہے انسان مرجاتا ہے۔ کبھی موت کی وجہ اُن قوّتوں کا خرچ ہوجانا ہے جو جسم انسانی میں اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھنے کے لئے پیدا کی ہیں۔ کبھی موت کا سبب اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص حکم ہوتا ہے جو کسی انسان کی ہلاکت کے لئے جاری کیا جاتا ہے۔ جس کے زندہ رہنے سے بنی نوع انسان کی تباہی کا خطرہ ہو۔ دوسرے حصّہ سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ موت زندگی کی آخری منزل کا نام نہیں۔ بلکہ حقیقی زندگی کے شروع ہونے کا نام ہے۔ موت انسانی اعمال کا خاتمہ نہیں کرتی۔ بلکہ اُسکے انسانی اعمال کے کامل ظہور کے ایک اعلیٰ سٹیج تک پہنچا دیتی ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نیکی کے رنگ میں ہوتی ہیں اور کبھی بدی کی محرکات ہوتی ہیں اسلئے اسلام نے ان تحریکات کے دو مرکز قرار دیئے ہیں جن کو ملکوتی اور ابلیسی مرکز کہتے ہیں۔

اسلام انسان کو دنیا میں کوئی معمولی شے قرار نہیں دیتا بلکہ اُسے کائنات کا حکمران اور سلطان قرار دیتا ہے اور تمام کائنات کو اس کا خادم۔

قرآن مجید کے اِن اصولی نکات کی بنا پر نوع انسان کے پیغمبر اور نجات دہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت مصلح اعظم اصلاح خیالات اور تزکیہ نفس کے عملی پہلو دنیا میں پیش کیئے اور ثابت کر دیا کہ اصلاح خیالات کس طرح ممکن ہے۔ آپنے فرمایا:- انما الاعمال بالنیات۔ اس پُرحکمت کلمہ کے بہت سے معنی اور حقیقتیں ہیں مگر ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی فعل کے عملی صورت میں آجانے سے پیشتر اسکی ذہنی اور خیالی صورت لازمی ہے اس لئے اس تصوری اور جذباتی صورت کی اگر ہم اصلاح کریں اور اسکا مقصد نیک اور اعلیٰ ہو تو اعمال کی شکل ظاہری میں وہ خوبیاں پیدا ہو جانی لازم ہیں۔ اس مقصد کے لئے آپ نے انسانی زندگی کے ہر مرحلہ اور روزانہ کاروبار کے ہر حصہ میں اسکے مناسب حال دعائیں تعلیم کیں تاکہ انسان کی توجہ تمام تر صحیح مرکز خیالات پر رہے۔ مگر آپنے محض خیالات کی اصلاح پر ہی زور نہیں دیا اور اسی کو ایک ضروری چیز قرار نہ دیدیا بلکہ اس کے ساتھ اعمال کو لازم رکھا جو ایک طرف قوت خیال کے اثر کو بڑھاتے ہیں اور دوسری طرف قوت خیال کے دوسرے اثرات کو باطل نہیں کرتے۔

چیز خیالی کو چیز افعال میں لانا کمال ہے

ڈاکٹر صاحب اپنی تھیوری میں قوت خیال کی مشق پر زور دیتے ہیں مگر وہ اتنا نہیں جانتے یا جان بوجھ کر اس سے اعراض کرتے ہیں کہ انسان محض خیالی اور ذہنی قوت کے ساتھ دنیا میں نہیں آیا بلکہ وہ بے شمار قوتوں کے ساتھ اور اعضاء جوارح کے ایک لشکر کے ساتھ دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اگر صرف خیالی قوت کا نشوونما ہی انسانی زندگی اور پیدائش کا مقصد اعلیٰ و اصلی ہوتا تو صاف ظاہر ہے کہ انسان صرف ایک دماغ کے ساتھ دنیا میں بھیجدیا جاتا۔ اور وہ بیٹھا سوچا کرتا۔ مگر خود اسکی دماغی سرگرمیاں اور ذہنی اور جذباتی بلند پروازیاں پھر اس کے جوارح کی عملی اولوالعزمیاں بتاتی ہیں۔ کہ اسکی زندگی کا دائرہ صرف تصور کے مرکز پر نہیں کھینچا گیا بلکہ وہ عمل کا بادشاہ ہے اور کائنات اسکی غلام اور خادم ہے۔ اسی لئے محض خیالات تک اسے چھوڑ نہیں دیا اور جب تک کوئی خیال عملی رنگ اور صورت اختیار نہ کرے انسان کی ذمہ داری مشہود نہیں ہو سکتی۔ دنیا کی کوئی سلطنت کسی چور اور ڈاکو کو کوئی سزا یا کسی ملک کے خیرخواہ اور جان نثار کو کوئی جزا نہیں دے سکتی جب تک انکی عملی قوتوں کا مظاہرہ اور مشاہدہ نہ ہو۔ ایک قاتل جب تک اپنے دل و دماغ میں قتل کے منصوبے کرتا رہتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اِسلامی پردہ

پردہ شریعت کا مقرر کردہ فطرت کے خلاف نہیں ہے اس کو جو لوگ توڑنے کی کوشش کرتے ہیں وہ فطرت کے تقاضے کو نہیں بلکہ ہوا و ہوس کے تقاضے اور عیش پرستی کے جذبات کو پورا کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں فطرت کے تقاضے قانون قدرت کے اندر اپنے نشان رکھتے ہیں اور انکا توڑنا خدا کی کُل کائنات کو مخالفت پر کھڑا کر دیتا ہے۔ لیکن عورت کا بے محابا ہر مرد کے سامنے ہونا اسکے ساتھ بے تکلّف ہونا اور علیحدہ ہو جانا کسی ایک قانون قدرت کو بھی مخالفت پر نہیں آمادہ کرتا بلکہ اُلٹا انسان کو اسکے اعلیٰ مرتبہ سے گرا کر حیوانی تقاضوں اور جذبات کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے پس اسپر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس سے زیادہ پردہ کرانا یا اسکی خواہش کرنی خدا کے حکم کی اتباع نہیں ہے بلکہ اسکا مقابلہ ہے اور صرف ایک عارضی اور زیادہ اہم ضرورت کے لئے اسکو جاری کیا جا سکتا ہے جسطرح کہ ایک طبیب ایک بیمار کو چلنے پھرنے سے جو فطری تقاضے ہیں روک دیتا ہے ؛

پردہ مرد اور عورت کے لئے برابر ہے جیسے عورت کے لئے پردہ ہے ایسے ہی مرد کے لئے بعض لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ پردہ صرف عورت کے لئے ہے۔ پردہ کے مسئلہ کو عقل کی روشنی میں مسائل کی چھان بین کرنیوالے لوگوں کے لئے لاینحل عقدہ بنا دیا ہے۔ اگر عورت کو چادر اوڑھ کر باہر نکلنے کا حکم دیا گیا ہے تو اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ پردہ کا حکم صرف اسی کیلئے ہے بلکہ اسکی وجہ ہے کہ مرد کا اصل دائرہ عمل گھر سے باہر ہے اور عورت کا اصل دائرہ عمل گھر کی چاردیواری ہے۔ پس چونکہ عورت مرد کے اصل دائرہ عمل میں جاتی ہے وہ چادر اوڑھ لیتی ہے اور مرد چونکہ اپنے اصل دائرہ عمل میں ہوتا ہے وہ کھلا پھرتا ہے۔ اگر اسکو اپنے دائرہ عمل میں چادر اوڑھنے کا حکم دیا جاتا تو چونکہ اسکا وہاں ہر وقت کا کام ہے اسکے لئے کام مشکل ہو جاتا اور وہ تھوڑے ہی دنوں میں اپنے مرتبہ عمل سے گر جاتا جس طرح کہ عورت کو اسکے دائرہ عمل یعنی گھر کی چاردیواری میں چادر اوڑھ کر کام کرنیکا حکم دیا جائے تو وہ گھبرا جائے اور کام نہ کر سکے۔ اس فرق کے مقابلہ میں مرد کو یہ حکم ہے کہ وہ عورت کے دائرہ عمل میں بالکل گھسے ہی نہیں۔ اور اُسکو آزادی سے اپنا کام کرنے دے پس حکم برابر ہے عورت اگر مرد کے دائرہ عمل میں گھستی ہے تو اسکے لئے حکم ہے کہ چادر اوڑھ لے۔ اور مرد اگر عورت کے دائرہ عمل میں جانا چاہتا ہے تو اسے حکم ہے کہ بلا عورت کی اجازت کے ایسا نہ کرے۔ اور مرد کے لئے یہ سختی بھی عورت کی رعائت کے طور پر نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ مرد کے دائرہ عمل میں عورت کے بھی حقوق ہیں اور عورت کے دائرہ عمل سے مرد کے حقوق وابستہ نہیں پس عورت کو اجازت کی ضرورت نہیں رکھی بلکہ صرف اوٹ کر لینا کافی رکھا ہے اور عورت کے دائرہ عمل میں مرد کے بلا اجازت داخلہ کو روک دیا ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس کا اثر اسکے ہاتھ کے ذریعہ کسی کی جان پر نہیں ہوتا کوئی قانون کسی مہذب گورنمنٹ کا اسپر اثر انداز نہیں۔ اسی طرح ایک شخص اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا ملک اور قوم کی خیر خواہی کے بیسیوں خیالات رکھتا ہے اور اس کا دل اسی حُبِّ قومی سے سرشار ہے مگر کوئی عملی رنگ اس سے پیدا نہیں ہوتا تو وہ کسی سپاس گذاری اور جزا کا مستحق نہیں ہوگا۔ پس محض قوّتِ خیال کی مشق کا مسئلہ اور مشغلہ دوسری عملی قوتوں کو بیکار کردینے والا ہے۔ اور اس سے انسان کے اس مقام کی توہین ہوتی ہے جس کے لئے وہ بھیجا گیا۔ اور کائنات کے مخفیات کے انکشافات اور ایجادات اور علوم کا دروازہ بند ہوتا ہے اس لئے محض اس قسم کی تھیوریاں نوعِ انسان کیلئے مفید چیز نہیں ہو سکتی ہیں

مَیں اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے پھر کہتا ہوں کہ قوّتِ خیال کے اثرات کا انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن محض قوّتِ خیال جب تک وہ عملی صورت اختیار نہ کرے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ وہ سمندر کی ان امواج کی طرح ہے جو سمندر میں رکھی رہتی ہیں اور وہیں ختم ہو جاتی ہیں

تصوّرات اور افکار سے انسان کے نظامِ عصبی پر ایک اثر ہوتا ہے اور اس اثر سے جو انہیں اندفاعِ امراض کا فطرتی رکھا گیا ہے ایک قوّت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ امراض کا مقابلہ کرتے ہیں مگر اس کا نتیجہ یہ بھی لازمی ہے کہ اس کے بعد وہ پٹھے روز بروز بہت کمزور اور بیکار ہو جائینگے۔

مَیں تو ڈاکٹر یا طبیب نہیں ہوں لیکن محض قرآن مجید کی روشنی میں مَیں نے جو کچھ سمجھا ہے۔ بیماری میں ادویات کا دینا اسی سلسلہ اسباب کی ایک کڑی ہے جو ارتقاءِ عالم کے لئے ضروری ہے۔ خود انسانی فطرت بیماری کا طبعاً مقابلہ کرتی ہے اگر کوئی دوا اسے نہ دیجاوے تو بعض صورتوں میں یقیناً مریض خود بخود اچھا ہو جائیگا۔ لیکن ادویات اور علاج کے عملی طریقوں کا اختیار کرنا طبیعت کی امداد ہے اور اُن قوتوں کو مضبوط بناتا ہے جو محض تاثرِ نفسِ انسانی کے بقاء کے لئے خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔

اسباب سے کام لینا ہی خیالی قوّت کی عظمت کا عملی اعتراف ہے

جیسا کہ مَیں نے اوپر کہا ہے انسان محض دماغ کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ لا انتہا قوتوں اور مختلف قسم کے جوارح کے ساتھ دنیا میں آیا ہے اور خود دنیا میں لا انتہا قسم کی مخلوقات اور مختلف قسم قوتوں کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ اصل چیز عملی قوّت کا نشوونما ہے۔ اور یہ نشوونما ہی قوّتِ متخیلہ کی صحیح عظمت ہے۔

موجودہ عیسویت نے عملی قوتوں کو بیکار کر دینا چاہا ہے اور اس طرح یہ انسانی قویٰ کی بے حرمتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس ترقی اور علم کے زمانہ میں جبکہ انسان توہین کے احساس کے نہایت نازک جذبات رکھتا ہے اور ادنیٰ سے ادنیٰ باتوں میں بھی اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔ وہ لوگ جو مختلف ایجادات کے موجد اور عملیات کے اُستاد اور ماہر بن رہے ہیں کیونکر گوارا کر سکتے ہیں جبکہ انکو کہا جاوے کہ دنیا کی انتہائی ترقیات کر سکتے ہیں وہ کائنات کے اسرار اور مخفیات کو دریافت کر سکتے ہیں وہ ہوا پانی اور دوسرے عناصر پر حکومت کر سکتے ہیں۔ مگر وہ اخلاقیات اور روحانیات میں کوئی کمال حاصل نہیں کر سکتے اور ان کی نجات کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ

وہ ایک بے گناہ کے خون پر ایمان لے آئیں

اور اپنی اس ایمانی قوت کا نشوونما کرلیں کہ مسیح ان کے لئے مر گیا۔ اس قسم کے ہنسی آمیز عقیدہ اور خیال سے دنیا کی نجات کو وابستہ کرنا ایک ایسی ہتک مقام انسانیت کی ہے جسکی نظیر کسی اور صورت میں نظر نہیں آتی۔ یہ عقیدہ عملیات کی تمام قوتوں کو برباد کر دیتا ہے اور انسانی فطرت کی تذلیل کرتا ہے۔

جس طرح پر انسان دنیا کے تمام علوم و فنون اور ایجادات پر قابو پا لیتا ہے اسی طرح سے اسکو نیکی اور پاکیزگی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے لئے موقعہ حاصل ہے اور جس طرح پر وہ علوم و فنون محض تصور اور خیال پر ہی مبنی نہیں بلکہ عملی قوتوں کے ظہور و بروز کو چاہتے ہیں اسی طرح پاکیزگی اور تزکیہ نفس کے مراحل طے کر کے اس اعلیٰ مقام کو جو انسان کے لئے رکھا گیا ہے حاصل کرنے کے لئے **عمل کی ضرورت ہے** یہ مسئلہ ایسا صاف ہے کہ مجھے اس پر لمبی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی جدید تھیوری پر محض اسلامی نقطۂ خیال سے کسی قدر روشنی ڈالی ہے۔

انسان اعصاب کا پتلا اور جذبات کا مرکز ہے۔ اور دنیا کی تمام ترقیات کی ابتدا جذبات سے شروع ہوتی ہے مگر مجرد خیالات جب تک عملیات کی صورت اختیار نہ کریں لا شئے محض ہیں اسلئے علاج الامراض میں محض تصورات سے صحت کا ہو جانا ناممکن نہیں مگر اسکے بعض دوسرے خطرناک نتائج پیدا ہونیکا بھی احتمال ہے۔ اعصاب فکریہ پر اس سے بہت زیادہ دباؤ اور زور پڑیگا اور رفتہ رفتہ ان میں ذکاوت حس پیدا ہو جائے گی اور وہ پھر امراض کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

اسکی ایک ہی صورت ہے کہ تصور و افکار سے بھی کام لیا جاوے اور ادویات اور دوسرے مروجہ طریقوں سے انکی مدد بھی کیجاوے۔ یہ تھیوری کوئی نئی تھیوری نہیں۔ مسلمانوں میں اب تک توجہ کے ذریعہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلب امراض ہوتی ہے۔ اور توجّہ کے علم پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

دوسری قوموں اور ملکوں میں بھی کسی نہ کسی صورت میں اسکا رواج پایا جاتا ہے۔ اور اس اصل کا فطرت انسانی میں ہونا انسان کے مقام کی عظمت اور اسکی عملی قوتوں کے ظہور و بروز کی علامت اور اسے اپنے افعال کے لئے ذمہ دار اور جوابدہ ثابت کرنیکے لئے ہے۔

اسلام محض تصوّرات پر زور نہیں دیتا بلکہ وہ تصوّرات سے لیکر عملیات کے اعلیٰ مقام پر لاتا ہے اسلئے کہ

فطرت انسانی عمل کا مطالبہ کرتی ہے

اور اسلام خیالات کی درستی صحت سے لیکر عملیات کی خوبی اور کامیابی کے اصول اور طریقے بتاتا ہے وہ کوئی تعلیم ایسی نہیں دیتا۔ جسکے لئے اسکے متعلق جذبات کی اصلاح کے اسباب بتاتا ہو اور پھر تدریجی طور پر وہ اس میں کامیاب نہ کرتا ہو۔ میں نہایت مختصر الفاظ میں ایک عملی قوت کی ترقی کے اصول بتاتا ہوں مثلاً وہ عفت کو انسان کا ایک اعلیٰ اخلاق قرار دیتا ہے اسلئے کہ سوسائٹی کے لاانتہا مفاد امن اس سے وابستہ ہیں اسکے حصول کے لئے وہ ایک تدریجی کورس قائم کرتا ہے۔

پہلے وہ بتاتا ہے کہ چونکہ تصوّرات اور خیالات کے محرک اوّل آنکھ اور کان ہوتے ہیں اسلئے عورتوں اور مردوں کو منع کرتا ہے کہ ایک دوسرے کی تاڑ بازی نہ کریں اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔ خلا ملا میں احتیاط ہو۔ پھر اسکے ساتھ ہی بتاتا ہے کہ عورتیں اس قسم کے زیورات وغیرہ نہ پہنیں جنکی آواز اور جھنکار مردوں کو انکی طرف متوجہ کرے۔ اس قسم کی باتیں نہ سنیں جو محرک شہوات ہوں۔ دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوں۔ عورت اور مرد کے جائز تعلّقات کے لئے نکاح کو ایک ضروری چیز قرار دیا۔ اور اسکی عظمت کو قائم کیا۔ اور زنا کے مقدمات کو بھی داخل زنا قرار دیا۔

اسی طرح چوری سے بچنے کے لئے جھوٹ سے بچنے کے لئے ہر قسم کے بد اعمالی اور بد اخلاقیوں سے نجات پانے کیلئے انکے ابتدائی سرچشمہ سے لیکر پوری کامیابی سے اسپر فتح حاصل کرنیکے وقت تک آسان صحیح اور ناقابل خطا اصول تعلیم کئے ہیں۔

بالآخر ڈاکٹر صاحب کی تھیوری جہاں اپنی نفس تھیوری تک قرآن مجید کی تعلیم کی صداقت اور اسکے کلام الٰہی ہونیکو ثابت کرتی ہے وہ عملیات کی محتاج ہے اور انسانی دل و دماغ کا اقتضا اور شرف اس امر کا مقتضی ہے کہ صرف خیالات ہی کے ذریعہ نہیں بلکہ ادویات کے ذریعہ بھی علاج ہو اور اسلام نے یہ کہکر کہ دنیا کی کوئی بیماری لاعلاج اور بے دوا نہیں۔ طبّی دنیا کی تحقیقات کے میدان کو بے حد وسیع کر دیا ہے اور امید کی اس وسعت نے ہر مریض کو اپنے مرض کا علاج پا جانے کا یقین دلا دیا ہے ۔ (عرفانی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سن رائز کے اغراض و مقاصد

{انگریزی اخبار سن رائز شائع ہوگیا۔ اس کا پہلا مضمون جس میں اغراض و مقاصد بیان کیئے گئے ہیں مندرجہ ذیل ہیں احباب مطالعہ کریں دوسروں کو دکھائیں اور اس کی اعانت کے لئے ہاتھ بڑھائیں ہر بھائی سے اسکی اشاعت میں امداد دلائیں (ایڈیٹر)}

جنگ عظیم کے اختتام کے بعد سے مسیحی مشنریوں کو اسلام کی طرف پھر نئے سرے سے توجہ ہو رہی ہے، اور اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جنگ کے اثرات سے مسلمان اس قدر متاثر ہو گئے ہیں کہ وہ اسوقت نئے اثرات کے قبول کرنے کی طرف بہت ہی مائل ہیں اور انکی اس تغیر پذیری کی قابلیت سے جس قدر ممکن ہو سکے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کئی طرح سے اس خیال کا ظاہر ہو رہا ہے لیکن سب سے اہم کوشش دو کتابوں کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے جن میں سے ایک The Moslem World of Today (عالم اسلامی بدور حاضر) ہے اور دوسری Call from the Moslem World. (اسلامی دنیا سے پکار) ہے۔ اوّل الذکر کتاب کے ٹائیٹل سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام عیسائی اقوام کی مرکزی تبلیغی انجمن کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اور اس کے مؤلف مسٹر جان آر ماٹ ہیں جو مسیحی اقوام کی مرکزی تبلیغی انجمن کے پریذیڈنٹ ہیں۔ اور اسکی کتاب میں تیئیس مختلف موضوعوں پر تیئیس بڑے بڑے ماہرین فن کے مضامین شائع کیئے گئے ہیں جن میں سے ایک صاحب کا نام درج نہیں کیا گیا (کیونکہ وہ غالباً کوئی سیاسی آدمی ہیں) اور باقیوں کے ناموں سے ظاہر ہے۔ کہ اس کتاب کے مفید اور مؤثر بنانے کے لئے کسقدر محنت اور کوشش سے کام لیا گیا ہے۔ یہ لوگ مشہور مصنّف یا یونیورسٹیوں کے پروفیسر یا مجلسی لٹریری سوسائیٹیوں کے سیکرٹری ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنا زور اسی امر پر خرچ کیا ہے کہ اسلام میں بیداری کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس لئے اسوقت جبکہ مسلمان نیم خواب کی حالت میں ہے سے اسے دبوچ لینا چاہیئے اور اس طرح پر حملہ کرنا چاہیئے۔ کہ جب وہ جاگے تو اپنے آپکو مسیحی پائے

دوسری کتاب مشنری کونسل آف چرچ اسمبلی کی طرف سے شائع ہوئی ہے جو انجمن کہ انگلستان کی نیم سرکاری مذہبی انجمن ہے اور دنیا کی سب مذہبی انجمنوں سے زیادہ قوی ہے اس کتاب کی غرض بھی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مسلمانوں میں مسیحیت کی اشاعت ہے اور یہ کتاب انگلستان کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بشپوں کے متفقہ ریزولیوشن کی تکمیل میں لکھی گئی ہے اور اس میں تمام مسیحی دنیا سے اسلامی ممالک میں مسیحیت کی تبلیغ کے لئے ہزاروں مبلّغ اور لاکھوں روپیہ کی درخواست کی گئی ہے اور چونکہ یہ درخواست اعلیٰ ترین مذہبی لیڈروں کی طرف سے ہے۔ اس لئے اسکے پورا ہونے میں کوئی شک ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ان کوششوں کی اصل غرض تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ جنگ کی وجہ سے جو لوگوں کو مسیحیت سے تنفر ہو گیا تھا اور جسکی وجہ سے مشنری سوسائٹیوں کی آمد میں فرق آگیا تھا اس تنفر کو دُور کیا جائے۔ اور پھر لوگوں کی ہمدردی کو حاصل کیا جائے۔ لیکن اس کوشش کا جو اثر اسلامی ممالک پر پڑیگا اس کو حقارت کی نگہ سے نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ اسلام اسوقت سخت غربت کی حالت میں ہے مسلمان اپنی عزت اپنا مال اپنی طاقت سب کچھ کھو چکے ہیں وہ غفلت و سُستی کا شکار ہو چکے ہیں پس اگر مسیحی مشنری بھیڑوں کے لباس میں ان میں گھس گئے تو ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی جو غربت و افلاس سے تنگ آ چکے ہیں انکا شکار ہو جائینگے اور خدائے واحد کے پرستار ایک انسان کی طرف صفات الوہیت منسوب کرنے کے خطرناک جرم کے مرتکب ہونے لگینگے۔ مسلمانوں کا آپس کا شقاق اور حد سے بڑھی ہوئی مخالفت۔ امید نہیں کہ اس مصیبت کے وقت میں بھی انکو کچھ کرنے دے اور خطرہ ہے کہ جو لوگ اس مسیحی حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اُٹھیں خود مسلمانوں میں سے ایک جماعت اُنکا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑی ہو جائے۔ اور دشمن کی تلواروں کو اپنے سینہ پر روکنے کے ساتھ اسلامی مجاہد کو اپنے بھائیوں کے خنجروں کے حملے بھی اپنی پیٹھ پر برداشت کرنے پڑیں۔ اگر ایسا ہُوا تو اسلام کے لئے یہ ایک سخت مصیبت کا زمانہ ہوگا۔ ایک آفت کی گھڑی ہوگی۔ تمام گذشتہ صدمات اسکے مقابلہ میں ہیچ ہو جائینگے اور تمام پچھلی مشکلات اس مشکل کے مقابلہ میں بے حقیقت ہو جائینگی۔ پس مسلمانوں کو اس خطرناک مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ اور یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ کہ توحید کے علم کو دنیا میں قائم رکھنے کیلئے صلح کے ہاتھ کے سوا اور کوئی ہاتھ نہیں اُٹھ سکا اور تمام انسانی ترقیات کا مدار صرف اس ایک مسئلہ پر ہی ہے۔

اس مسیحی حملہ اور دیگر مذاہب کے حملوں کا مقابلہ کرنیکے لئے مسلمانوں کے لئے مندرجہ ذیل امور کا پابند ہونا نہایت ضروری ہے:-

(۱) اسلام کی سچّی تعلیم سے ہر ایک مسلمان کو واقف کرنا تا دشمن کے اعتراضات ان کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا نہ کر سکیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فہرست کُتب

مندرجہ ذیل کتابیں احباب اگر خرید کریں۔ تو نہ صرف ان کے اپنے معلومات میں اضافہ ہوگا۔ بلکہ وہ اسے تقسیم کرکے تبلیغ کے فرض سے ایک حد تک سبکدوش ہو سکینگے خدا کے فضل سے یہ نہایت نادر مجموعہ ہے خاص توجہ فرماویں ؛

مختلف ٹریکٹ

رسالہ لا مہدی الا عیسیٰ جسمیں تمام احادیث متعلقہ مہدی پر جرح ہے ۴/
چند کار آمد حوالے ۱/ع ۲/ع ۰/
شیعہ سوراج ۰/
آریہ سماج و گاندھی جی ۱۰/
مسیح موعود ؑ و امت محمدیہ ۰/
اسلام کی اندرونی تصویر ۱/
کفارہ ۰/
بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ ۱/
ذبیحہ گائے اور ہندوؤں کے وید شاستر ۱/

چھ ماہ کے پیر بخشی رسالوں کے جواب ۱۰/
بانیٔ آریہ سماج کے اقوال میں تناقض ۰/
تبرّا کا عدم جواز کتب شیعہ سے ۰/
احمدی عقائد ۰/
الدجال۔ دجال کی حقیقت پر مفصل مضمون ۴/

(۱) الواح الہدیٰ ـــــ اسلامی اخلاق اسلامی دستور العمل ـ اسلامی تہذیب کے متعلق آیات قرآنی و احادیث رسول کریم کا مجموعہ
(۲) منہاج الطالبین حضرت خلیفہ ثانی کی تقریر جلسہ سالانہ
(۳) الحق الیقین فی رد ہفوات المنافقین شیعہ کے رد میں تصنیف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

تشحیذ بک ایجنسی کی بہترین کُتب

(۱) براہین العقائد فضلاء سلسلہ احمدیہ نے سات ارکان اسلام پر قرآن مجید سے عقلی دلائل دئیے ہیں۔ ۸/

(۲) معارف القرآن۔ حضرت خلیفۃ المسیح (ثانی) کے درس القرآن فی رمضان سے گیارہ پاروں کے نوٹ۔ ۸/

(۳) مقصد مذہب۔ معرکۃ الآراء مضمون جو مذہبی کانفرنس لاہور میں کُل مذاہب کے نمائندوں کے سامنے پڑھا گیا۔ ۳/

(۴) سلسلہ احمدیہ و تصوّف۔ مذہبی کانفرنس ویمبلے لنڈن میں جو دو مضمون پڑھے گئے انکا ترجمہ۔ ۵/

(۵) اہل بہاء کی شریعت جدیدہ۔ نہایت معرکۃ الآراء مضمون ہے جو نایاب بہائی کُتب کا خلاصہ ہے اسکے ساتھ تصوّف کا مضمون بھی ہماری طرف سے ویمبلے کانفرنس لنڈن میں پڑھا گیا۔ ۶/

(۶) کمالات احمدیہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی مایۂ ناز اعتراضات و شہادات مرزا کا دندان شکن جواب۔ ۶/

(۷) مباحثہ سرگودہ۔ تحریری مباحثہ جو جناب سید محمد اسحٰق صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب کے مابین صداقت و نبوت مسیح موعود پر ہوا۔ ۶/

(۸) التشریح الصحیح فی نزول المسیح۔ مسئلہ نزول مسیح کے متعلق تمام دلائل جمع کر دئیے ہیں۔ ۶/

(۹) الاستخلاف۔ شیعہ سنی اختلافات میں محض آیات قرآنی سے فیصلہ۔ ۴/

(۱۰) آسمانی گولہ۔ حضرت مسیح موعود پر جو جھوٹوں کے الزام لگائے گئے ہیں اُن کا جواب۔ ۱/

(۱۱) اسلامی قادر مطلق اور آرین سرو شکتیمان۔ پنڈت رامچند صاحب دہلوی اور مولانا عمر الدین صاحب شملوی کا محققانہ مباحثہ بال کی کھال اُتاری گئی ہے۔ ۴/

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دار الامان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اب منگائیے

کیشر راج تیل

کیا آپ نے کبھی استعمال کیا ہے؟ اگر نہیں۔ تو منگائیے۔ دونی قیمت پر بھی ایسا لاثانی خوشبودار اور خالص تیل دوسری جگہ نہیں سکتا۔ دیسی ولایتی کوئی تیل اس ملک میں اتنا نہیں بکتا۔

ملک کے بڑے بڑے لیڈران اس تیل کو استعمال کر کے بے حد محظوظ ہوئے جب تک استعمال نہ کریں کیونکر اعتبار ہو سکتا ہے اتنی کم قیمت پر ایسا لاثانی تیل مل سکتا ہے۔ ان سب خوبیوں پر بھی اسکی قیمت کیا رکھی جائے۔ صرف ایک روپیہ (عہ)

لال شربت

یہ بچوں کے لئے غذا اور دوا دونوں ہی ہے۔ بچوں کو دانت نکلنے میں مدد دیتا ہے۔ جسم کی رگ رگ میں قوت پیدا کر کے قوی کرتا ہے۔ اس میں سب سے زیادہ خوبی یہ ہے کہ میٹھا ہونے کے سبب سے بچے نہایت شوق سے پیتے ہیں

قیمت فی شیشی عہ/ محصولڈاک و پیکنگ ۸/ ایک ساتھ ۳ شیشی کے خریدار سے عاؐ/ محصولڈاک تین شیشی ١٢/١ ١٤/١

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن صفحہ نمبر ١٠٢ نمبر ١٤ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ پوسٹ بکس ۵۵۴

ایجنٹ شیخ محمد وارث رحمت علی مرچنٹ گورداسپور